اپریل
2021ء

حِكْمَةٌ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ۝ (القرآن:54)

ماہنامہ

حکمت بالغہ

جھنگ

جدید تعلیم یافتہ حضرات میں علوم قرآنی کے فروغ کا نقیب

اَللّٰھُمَّ بَلِّغْنَا رَمَضَانَ

قرآن اکیڈمی جھنگ

جلد : 15	وَلَقَدۡ يَسَّرۡنَا الۡقُرۡاٰنَ لِلذِّكۡرِ فَهَلۡ مِنۡ مُّدَّكِرٍ (القران)	شعبان/رمضان: 1442ھ
شمارہ : 04	اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کیلئے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے، سمجھے (پ۲۷ سورۃ القمر)	اپریل : 2021ء

ISSN : 2305-6231

ماھنامہ

حکمتِ بالغہ

جھنگ

مدیر مسئول : انجینئر مختار فاروقی

مشاورت

- ڈاکٹر طالب حسین سیال
- پروفیسر خلیل الرحمٰن
- حاجی محمد منظور انور
- انجینئر عبداللہ اسماعیل

مدیر معاون و نگران طباعت	مفتی عطاء الرحمٰن
انتظامی امور	ملک نذر حسین

قانونی مشاورت

محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ

چودھری خالد اشیر ایڈووکیٹ

اہل ثروت حضرات سے تاحیات زرِتعاون بیس ہزار روپے یکمشت	سالانہ زرتعاون بشمول خصوصی اشاعت اندورنِ ملک 800 روپے	معمول کا شمارہ 50 روپے

ترسیل زر بنام : انجمن خدام القرآن (رجسٹرڈ) جھنگ

قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر

پاکستان پوسٹ کوڈ 35200

047-7630861-0336-6778561

Web site:
www.hamditabligh.net

Email:
hikmatbaalgha1@yahoo.com

پبلشر: انجینئر مختار فاروقی

طابع: محمد فیاض، مطبع: سلطان باہو پریس فوارہ چوک جھنگ صدر

اَلْکَلِمَۃُ الْحِکْمَۃُ ضَالَّۃُ الْمُؤْمِنِ فَحَیْثُ وَجَدَ ھَا فَھُوَ اَحَقُّ بِھَا(ترمذی)

حکمت کی بات بندۂ مومن کی گم شدہ میراث ہوتی ہے جہاں کہیں بھی وہ اس کو پائے وہی اس کا حقدار ہے

مشمولات

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات		3
2	بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو۔ آہ! جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کے خوابوں کی سرزمین پاکستان......	انجینئر مختار فاروقی	6
4	عظمتِ صوم	ڈاکٹر اسرار احمدؒ	9
5	فتنۂ دجال۔ دجّال کے ساتھی ــــ جنّ و اِنس (7)	انجینئر مختار فاروقی	22
6	عصرِ حاضر کے دھندلکوں میں قرآن وسنت کا انقلابی زاویۂ نظر (2)	کرنل (ر) انجینئر اشفاق احمد	33
7	مَثَلُ کَلِمَۃٍ طَیِّبَۃٍ کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ	عامرہ احسان	48
8	اسلامی جمہوریہ ــــ میرا پاکستان	محمد منظور انور	55
9	رسید تحائف		61

ماہنامہ حکمت بالغہ میں قلمی تعاون کرنے والے حضرات کے مضامین معلومات کے تبادلے اور وسیع تر انداز میں خیر کے حصول اور شر سے اجتناب کے لیے چھاپے جاتے ہیں اور ادارے کا مضمون نگار حضرات سے تمام جزئیات میں اتفاق ضروری نہیں۔

یہ رسالہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ نہ ملنے کی صورت میں 10 تاریخ تک دفتر رابطہ فرمائیں 10 تاریخ کے بعد رسالہ ارسال نہیں کیا جائے گا

قرآن مجید

کے ساتھ

چند لمحات

(02)	اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ	آیات
سورۃ البقرۃ	بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ	141-137

فَاِنۡ اٰمَنُوۡا بِمِثۡلِ مَآ اٰمَنۡتُمۡ بِهٖ فَقَدِ اهۡتَدَوْا

تو اگر یہ لوگ بھی اسی طرح ایمان لے آئیں

جس طرح تم ایمان لے آئے ہو تو ہدایت یاب ہو جائیں

وَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّمَا هُمۡ فِىۡ شِقَاقٍ ۚ

اور اگر منہ پھیر لیں (اور نہ مانیں) تو وہ (تمہارے) مخالف ہیں

فَسَيَكۡفِيۡکَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ ۝١٣٧

اور ان کے مقابلے میں تمہیں اللہ کافی ہے۔ اور وہ سننے والا (اور) جاننے والا ہے

صِبۡغَةَ اللّٰهِ وَمَنۡ اَحۡسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبۡغَةً

(کہہ دو کہ ہم نے) اللہ کا رنگ (اختیار کرلیا ہے) اور اللہ سے بہتر رنگ کس کا ہو سکتا ہے

وَّنَحۡنُ لَهٗ عٰبِدُوۡنَ ۝١٣٨

اور ہم اسی کی عبادت کرنے والے ہیں

قُلۡ اَتُحَآجُّوۡنَنَا فِی اللّٰہِ وَ ھُوَ رَبُّنَا وَ رَبُّکُمۡ

(ان سے) کہو: کیا تم اللہ کے بارے میں ہم سے جھگڑتے ہو

حالانکہ وہ ہمارا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے

وَ لَنَاۤ اَعۡمَالُنَا وَ لَکُمۡ اَعۡمَالُکُمۡ وَنَحۡنُ لَہٗ مُخۡلِصُوۡنَ ﴿۱۳۹﴾

اور ہم کو ہمارے اعمال (کا بدلہ ملے گا) اور تم کو تمہارے اعمال (کا)

اور ہم خاص اسی کی عبادت کرنے والے ہیں

اَمۡ تَقُوۡلُوۡنَ اِنَّ اِبۡرٰھٖمَ وَاِسۡمٰعِیۡلَ وَ اِسۡحٰقَ وَ یَعۡقُوۡبَ وَ الۡاَسۡبَاطَ

(اے یہود ونصاریٰ) کیا تم اس بات کے قائل ہو کہ

ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب (علیہم السلام) اور ان کی اولاد

کَانُوۡا ھُوۡدًا اَوۡ نَصٰرٰی

یہودی اور عیسائی تھے

قُلۡ ءَاَنۡتُمۡ اَعۡلَمُ اَمِ اللّٰہُ

(اے محمد ﷺ ان سے) کہو کہ بھلا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ؟

وَ مَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنۡ کَتَمَ شَھَادَۃً عِنۡدَہٗ مِنَ اللّٰہِ

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی شہادت کو جو اس کے پاس (کتاب میں موجود) ہے چھپائے

وَ مَا اللّٰہُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۴۰﴾

اور جو کچھ تم لوگ کر رہے ہو اللہ اس سے غافل نہیں

تِلۡکَ اُمَّۃٌ قَدۡ خَلَتۡ لَھَا مَا کَسَبَتۡ وَلَکُمۡ مَّا کَسَبۡتُمۡ

یہ جماعت گزر چکی، ان کو وہ (ملے گا) جو انہوں نے کیا اور تم کو وہ جو تم نے کیا

وَلَا تُسۡئَلُوۡنَ عَمَّا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۴۱﴾

اور جو عمل وہ کرتے تھے ان کی پرسش تم سے نہیں ہوگی

صَدَقَ اللّٰہُ الۡعَظِیۡم

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ

قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ تبارَکَ وَتعالٰی

فَرَضَ صِیَامَ رَمَضَانَ عَلَیکُمْ

بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ نے

ماہِ رمضان کے روزے تم پر فرض کیے ہیں

وَ سَنَنْتُ لکُمْ قِیَامَہٗ

اور میں نے اس کے قیام (تراویح) کو تمہارے لیے سنت قرار دیا ہے

فَمَنْ صَامَہٗ وَ قَامَہٗ اِیمَاناً وَ احْتِسَاباً

لہٰذا جس شخص نے ایمان اور احتساب کے ساتھ

اس کے روزے رکھے اور اس میں قیام کیا

خَرَجَ مِنْ ذُنُوبِہٖ کَیَوْمِ وَلَدَتْہُ اُمُّہٗ

وہ اپنے گناہوں سے ایسے پاک ہو جائے گا

جیسے اُس وقت (گناہوں سے پاک) تھا جب وہ پیدا ہوا تھا

(سنن نسائی عن عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ)

بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات

حرفِ آرزو

؎ زندگی در جستجو پوشیدہ است
اصل اُو در آرزو پوشیدہ است
علامہ اقبال

آہ! جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کے خوابوں کی سرزمین پاکستان

23 مارچ 1940 ، 23 مارچ 1956ء......23 مارچ 2021ء

انجینئر مختار فاروقی

23 مارچ کا دن 1940ء میں بھی آیا تھا اور اس کے بعد 80 سال سے آرہا ہے مگر جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کے خوابوں کے شیشے جیسے چکنا چور ہوئے ہیں اور مسلسل ہو رہے ہیں کہ نہ چاہتے ہوئے بھی ایک شاعر کا شعر نوکِ قلم پر آ گیا ؎

تم ناحق ٹکڑے چُن چُن کر دامن میں چھپائے بیٹھے ہو
شیشوں کا مسیحا کوئی نہیں کیا آس لگائے بیٹھے ہو

اس ملکِ پاکستان میں ہر حکمران اپنی حکمرانی کی ڈفلی بجاتا ہوا (غالباً مغربی اقوامِ غالب اور مغربی مالیاتی اداروں کی ڈکٹیشن کے تحت) نئی اصطلاحات لاتا ہے اور یقیناً اس اقدام کا مطلب پہلے سے طے شدہ ہوتا ہے کہ قوم کے بوڑھوں اور نونہالوں کے ذہن میں اگر کوئی اصطلاح تحریکِ پاکستان یا اسلام کے قرونِ اولیٰ کی موجود ہے تو اسے کھرچ دیا جائے۔ پیغامِ پاکستان، ریاستِ مدینہ، میثاقِ جمہوریت، اسلامی سوشلزم، روٹی کپڑا اور مکان، اسلام ہمارا دین، سوشلزم ہماری معیشت اور جمہوریت ہماری سیاست یہ سب نعرے کہاں سے ایجاد ہوتے ہیں؟ کہاں سے ہوا کے دوش پر یا بصیغہ راز (E-MAIL اور واٹس ایپ) کے ذریعے اقتدار کے ایوانوں میں آتے ہیں؟ وہ ایک سربستہ راز ہے اور نہ معلوم کب تک رہے گا۔

اس سال بھی 23 مارچ آیا اور گزر گیا۔ 23 مارچ 1940ء کو شہر لاہور میں مینارِ پاکستان کی جگہ پر قراردادِ لاہور منظور ہوئی تھی جس میں جنوبی ایشیا کے انسانوں کو مسلم اور غیر مسلم میں تقسیم کر کے 'دوقومی نظریہ' کی توثیق کی گئی تھی۔ یہ نظریہ ویسے تو اسلامی تعلیمات کے بین السطور میں آغازِ نسلِ انسانی سے ہے تاہم جچے تلے الفاظ میں مفکّرِ پاکستان علامہ اقبال نے پیش فرمایا اور 1930ء کے خطبہ الٰہ آباد میں برطانوی ہند کو تقسیم کر کے پاکستان کے قیام کا مطالبہ کیا تھا۔ اس مطالبہ کی بنیاد یہی دوقومی نظریہ تھا۔ یہ مسلمانوں کے دل میں اُتر گیا اور طورخم سے ڈھاکہ تک ہر مسلمان کی آواز بن گیا کہ اللہ نے اسے شرفِ قبول بخشا اور قائداعظم کی بے مثال قیادت میں سیکولرازم کی لاش پر تقسیم ہند کے بعد یہ ملک بنا۔ ڈیڑھ دوصدی کی برطانوی منحوس حکومت کے نتیجے میں جنوبی ایشیا کی مسلم اور غیر مسلم اقوام میں برطانوی جاسوسوں، ایجنٹوں، غداروں اور برطانوی وفاداروں کی کمی نہیں تھی، لہٰذا پاکستان بن تو گیا تھا مگر برطانوی حکومت کی شیطانی چالوں اور ابلیسی ہتھکنڈوں کو حرکت میں لا کر پاکستان کو ایسا مفلوج رکھا گیا کہ الامان الحفیظ۔

قائداعظم کے اس انٹرویو پر جو انہوں نے امریکی صحافی کو دیا جس میں اس نے قائداعظم محمد علی جناح کو "SWORD OF ISLAM IN A SECULAR SCABBARD" لکھا۔ قائدملت لیاقت علی خان نے 1951ء میں امریکی دورہ میں جیوش کانگریس میں خطاب کے دوران اسرائیل کی ریاست کو تسلیم کرنے کے مطالبے پر یہ فرمایا کہ: "GENTLEMEN, OUR SOULS ARE NOT FOR SALE" جس کے نتیجے میں عالمی خفیہ اداروں اور صہیونی طاقتوں کے کان کھڑے ہوگئے۔ وہ دن اور آج کا دن، علامہ اقبال کے فرمودات، قائداعظم کا اسلامی ذہن اور پاکستان کو عصرِ حاضر میں خلافت کے قیام کا مقام دینے کے معاملات کی سزا کے طور پر اب ہمارے حکمرانوں کے نزدیک ان اکابرین کی اس کے علاوہ کوئی اہمیّت نہیں رہی کہ ان کے یومِ پیدائش اور یومِ وفات پر دکھاوے کا ایک سطری بیان جاری کر دیا جائے۔ اب 80 سال بعد تو نئی نسل کے نزدیک ہمارے یہ اکابرین تحریکِ آزادی FAVORITE شخصیات کی فہرست سے ہی خارج ہیں اور سروے کر کے دیکھ لیں لوگ انڈین فلمی ستاروں، کرکٹ سٹارز اور عالمی خواتین ماڈلز کے دلدادہ اور پرستار نظر آئیں گے۔ اس لیے کہ ہمارا نظامِ تعلیم، ہمارا میڈیا،

اخبارات، ٹی وی جو کچھ عوام کے ذہن میں ڈال رہا ہے وہ خواتین کے 8 مارچ کے دن پر شاہراہوں پر دکھائی دیتا ہے اور نوجوان لڑکے لڑکیاں کرکٹ میچ کے دوران اور LUMS یونیورسٹی کے کیمپس میں دیکھا جاسکتا ہے (جو غلطی سے میڈیا پر آ گیا ورنہ ایسے واقعات ہر کالج اور ہر یونیورسٹی میں روزانہ ہوتے ہیں)۔ ہمارے سرکاری ذمہ داران اور خفیہ ادارے ان باتوں پر رپورٹ کرنے سے روک دیے گئے ہیں یا ازخود گریز کرتے ہیں۔ لبرل اور سیکولر میڈیا خبر دے تو حکمرانوں کو 'ریاست مدینہ' کا عکس نظر آنے لگتا ہے۔ اس پر چند دن کی بے چینی اور بے قراری ان اطلاعات پر مٹی ڈالنے تک رہتی ہے پھر ALL OK ہو جاتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ موجودہ ترتیب دیے گئے 'یکساں قومی نصاب' میں دوقومی نظریے کا ذکر کہاں ہے؟ پاکستان نظامِ خلافت کے لیے بنا ہے اور قائداعظم کو اس پر آخری ایام میں خوشی تھی وہ اس نصاب میں کس صفحے پر ہے۔ لیاقت علی خان کا جیوش کانگریس کا بیان پاکستان کے کس تعلیمی ادارے کی کس کتاب کے کس صفحے پر درج ہے جو پڑھایا جاتا ہے۔

ہمارے ملک کی اشرافیہ، قومی اسمبلی، سینٹ اور ریاستی ستونوں نے اس خوفناک نظریاتی 'خلا' کا نوٹس نہ لیا اور ملک کو 23 مارچ 1940ء کے دوقومی نظریہ کی طرف نہ لوٹایا تو یہ بہت بڑا قومی جرم ہوگا جس کا خمیازہ اگلی نسلیں بھگتیں گی۔ ابھی وقت ہاتھ سے گیا نہیں موقع ہے کہ اس ملک پاکستان کے عوام و خواص (اشرافیہ، ریاستی ستون اور میڈیا) ملک کو علامہ اقبال کے نظریات، قائد اعظم کے فرمودات کے مطابق ڈھالیں قوم کو اسلامی نظریات کی منزل پر چلائیں یہ چیزیں نصاب میں شامل کریں۔ ورنہ بقول علامہ اقبال

؎ نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندوستاں والو!
تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

عدالتوں کے ذریعے سودی نظام کے خاتمے کے اعلان سے پہلے سکولوں کالجوں میں نصاب تعلیم سے سود کے سوالات اور ابواب DELETE کر کے حکمران اپنی نیک نیتی کا ثبوت دیں۔

عظمتِ صوم

حدیثِ قدسی ﴿وَاِنَّہٗ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ﴾ کی روشنی میں

ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ

اَلصَّوْمُ لِیْ

جملہ عباداتِ اسلامی ......صلوٰۃ و زکوٰۃ اور صوم و حج ...... میں سے عبادتِ صوم کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اس کے بارے میں متعدد روایات کی رُو سے، جن میں بخاری اور مسلم کی متفق علیہ روایت بھی شامل ہے، ایک حدیثِ قدسی میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں کہ:

اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ

''روزہ خاص میرے لیے ہے اور میں خود ہی اس کی جزا دوں گا''

جنہیں بعض لوگوں نے اعراب کے ذرا سے فرق کے ساتھ یوں بھی پڑھا ہے کہ:

اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اُجْزٰی بِہٖ

''روزہ خاص میرے لیے ہے اور میں خود ہی اس کی جزا ہوں!''

یہاں فطری طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا نماز خدا کے لیے نہیں؟ اسی طرح کیا زکوٰۃ اور حج اللہ کے سوا کسی اور کے لیے ہیں؟ ظاہر ہے کہ ان سوالوں کا جواب صرف نفی ہی میں دیا جا سکتا ہے۔ قرآنِ حکیم کے واضح ارشادات ہیں:

۱۔ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ (طٰہٰ:۱۴)

اور قائم کر نماز میری یاد کے لیے!

۲۔ حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ۔ (البقرۃ: ۲۳۸)

محافظت کرو نمازوں کی۔ اور خاص طور پر نمازِ وسطیٰ کی اور کھڑے رہو اللہ کے لیے پوری فرمانبرداری کے ساتھ!

۳۔ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا (ال عمران: ۹۷)

اور لوگوں کے ذمے ہے اللہ کے لیے حج بیت اللہ۔ جو کوئی بھی استطاعت رکھتا ہو اس کے سفر کی

۴۔ وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ (البقرۃ: ۱۹۶)

اور پورا کرو حج اور عمرے کو اللہ کے لیے

۵۔ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا (الدھر: ۹)

ہم کھانا کھلاتے ہیں تمہیں صرف اللہ کی رضا جوئی کے لیے، اور تم سے طالب ہیں نہ کسی جزا کے، نہ شکریے کے!

اس اشکال کا ایک سطحی سا حل بعض حضرات نے اس طرح کرنے کی کوشش کی ہے کہ روزے میں ریا ممکن نہیں ہے جب کہ بقیہ تمام عبادتوں میں ریا کا امکان ہے، اس لیے کہ روزے کی کوئی ظاہری صورت نہیں ہے جو لوگوں کو نظر آسکے بلکہ وہ ایک راز ہے عبد اور معبود کے مابین۔ ظاہر ہے کہ یہ توجیہ بالکل بے بنیاد ہے اس لیے کہ نماز میں ریا یہی تو ہے کہ پڑھے تو انسان نماز ہی لیکن خالصتہً لِوجہِ اللہ نہ پڑھے بلکہ اس میں لوگوں کو دکھانے کی نیت شامل ہو جائے بعینہٖ یہی معاملہ روزے کے ساتھ بھی ممکن ہے...... رہی دوسری انتہائی صورت کہ انسان روزے سے نہ ہو اور لوگوں سے کہے کہ میں روزہ سے ہوں تو یہ ریا نہیں دھوکا اور فریب ہے اور اس کے مقابل کی صورت نماز کے معاملے میں یہ ہوگی کہ کوئی ظاہراً تو نماز کے لیے دست بستہ کھڑا ہو جائے لیکن بجائے سورۃ فاتحہ کے کوئی عشقیہ اشعار شروع کر دے۔ یا نعوذ باللہ من ذالک، خدا تعالیٰ اور رسولؐ کو گالیاں دینا شروع کر دے!...... پھر ایک نصِّ قطعی کے طور پر موجود ہے وہ حدیث بھی جس کی رُو سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

مَنْ صَلّٰی یُرَائِی فَقَدْ اَشْرَكَ وَمَنْ صَامَ یُرَائِی فَقَدْ اَشْرَكَ وَمَنْ تَصَدَّقَ یُرَائِی فَقَدْ اَشْرَكَ (رواهُ احمد، مشکوۃ باب الریاء والسّمعہ)

جس نے نماز پڑھی دکھاوے کے لیے وہ شرک کر چکا، اور جس نے روزہ رکھا دکھاوے کے لیے وہ شرک کر چکا اور جس نے خیرات دی دکھاوے کی غرض سے وہ بھی شرک میں ملوث ہو چکا!

اس حدیثِ قُدسی کا یہی وہ اشکال ہے جس کے باعث یہ عام واعظین کے مواعظ میں تو بیان ہو جاتی ہے لیکن اسلام کے جدید 'مفکرین' کی تحریر وتقریر میں بار نہیں پاتی۔ اس لیے کہ واقعہ یہی ہے کہ دین کے بہت سے دوسرے لطیف تر حقائق جیسے عہدِ اَلَست، وَحی، اِلہام، کشف اور رُوَیائے صادقہ وغیرہ کی طرح اس حدیثِ قُدسی کی حقیقت بھی ان لوگوں پر منکشف نہیں ہو سکتی جو دَورِ حاضر کے مادّہ پرستانہ اور عقلیّت پسندانہ رُجحانات کے زیرِ اثر رُوحِ انسانی کے جسدِ خاکی سے علیٰحدہ مستقل وجود اور جُداگانہ تشخص اور اس کے ذاتِ باری کے ساتھ خصوصی ربط وتعلق کے یا تو سرے سے قائل ہی نہیں ہیں یا کسی درجے میں ہیں بھی تو اُس کے اعتراف واعلان میں جھجک اور حجاب محسوس کرتے ہیں! بقول اکبرالٰہ آبادی:

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

اس لیے کہ اس حدیثِ قُدسی کی واحد ممکن توجیہ یہ ہے کہ روزہ روح کے تغذیہ وتقویت کا ذریعہ ہے جسے ایک تعلق خاص اور نسبت خصوصی حاصل ہے ذاتِ باری تعالیٰ کے ساتھ لہٰذا یہ گویا خاص اللہ کے لیے ہے جس کی جزا وہ بطورِ خاص دے گا۔ یا یوں کہہ لیں کہ چونکہ اس کا حاصل ہے تقرب اِلی اللہ تو گویا اللہ خود ہی بنفسِ نفیس اُس کی جزا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ 'اَرواحِ انسانی' کا ایجاد وابداع 'اَجساد' کی تخلیق سے بہت پہلے "جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَةٌ" (مُسلم عن ابی ھُریرہؓ) کی صورت میں ہوا اور حضرت آدم علیہ السلام کی عالمِ اجساد میں تخلیق سے بہت قبل خود اُن کی اور اُن سے لے کر تا قیامِ قیامت پیدا ہونے والے تمام انسانوں کی ارواح مستقل جداگانہ تشخص اور پورے شعورِ ذات اور فیما بین جملہ امتیازات کے ساتھ موجود تھیں۔

اس حقیقت کے ادراک وشعور کے بغیر، واقعہ یہ ہے کہ عہدِ اَلَست کا وہ اہم واقعہ جسے قرآن مجید نے بڑے اہتمام اور شدومد کے ساتھ بیان کیا ہے اور جسے محاسبہ اُخروی کے ضمن میں ایک اہم حجت قرار دیا ہے یا تو محض تمثیل واستعار قرار پاتا ہے یا پھر اس کے بارے میں اچھے اچھے مصنّفین کے قلم سے بھی نادانستہ انتہائی لغو اور مہمل جملے نکل جاتے ہیں۔ سیدھی سی بات یہ ہے کہ یہ عہد اجسادِ انسانی کی تخلیق سے قبل عالم ارواح میں ارواح انسانی نے پورے ہوش اور شعور کے ساتھ کیا اور میدانِ حشر میں جب تمام نسل انسانی دوبارہ ''جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَۃٌ'' کی صورت میں اپنے خالق کے سامنے پیش ہوگی تو یہی عہدِ اَلَست ان کے خلاف حجت اولیٰ کے طور پر پیش ہوگا! (''مبادا تم کہنے لگو قیامت کے دن کہ ہم کو اس کی خبر ہی نہ تھی یا یوں کہنے لگو کہ اصل میں تو شرک کا ارتکاب کیا تھا ہم سے بہت پہلے ہمارے آباء واَجداد نے اور ہم تو بعد میں ان کی نسل میں پیدا ہوئے تھے!'' (سورۂ اعراف آیات ۱۷۲،۱۷۳)

اسی طرح اس حقیقت کو جانے اور مانے بغیر کوئی توجیہ ممکن نہیں اِن متعدد احادیث کی جن سے واضح ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نہ صرف یہ کہ خلق کے اعتبار سے سب پر مقدم ہیں بلکہ آپ اس وقت بھی نبی تھے جبکہ ابھی جسد آدمؑ تخلیق وتسویہ کے مراحل سے گزر رہا تھا۔ اس سلسلے میں اس روایت سے قطع نظر جس میں ''اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ'' کے الفاظ وارد ہوئے ہیں اس لیے کہ وہ محدثین کرام کے نزدیک مستند نہیں ہے، آخر اس حدیث کی کیا توجیہ ممکن ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

عَنْ اَبِی هُرَیْرَۃَؓ قَالَ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَتٰی وَجَبَتْ لَكَ النُّبُوَّۃُ؟ قَالَ وَاٰدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ (رواه الترمذی وقال حدیث حسن)

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ صحابہؓ نے دریافت کیا: یارسول اللہ آپ کو نبوت کب ملی؟ فرمایا اس وقت جبکہ آدم علیہ السلام ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے (یعنی ان میں روح نہیں پھونکی گئی تھی!) ترمذی بحوالہ ترجمان السنہ اول

ظاہر ہے کہ اس کی ایک ہی توجیہ ممکن ہے اور وہ یہ کہ اجسادِ انسانی کی تخلیق سے بہت قبل ارواحِ انسانی خلعتِ وجود سے مشرف ہو چکی تھیں اور ان کے مابین مراتب ومناصب کے جملہ امتیازات بھی موجود تھے۔!

بعدازاں جیسے ہی آدم کے جسدِ خاکی کا ہَیُولیٰ تخلیق وتسویہ کے طویل مراحل طے کر کے اس قابل ہوا کہ روحِ آدم اس سے ملحق کی جا سکے تو نفخِ روح ہوا اور روح وجسد کا یہ مجموعہ مسجودِ ملائک قرار پایا بحوائے آیاتِ قرآنی:

۱۔ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ (الحجر: ۲۸،۲۹)

اور (یاد کرو) جب کہا تیرے رب نے فرشتوں سے، میں پیدا کرنے والا ہوں اس سَنے ہوئے گارے سے جو سوکھ کر کھنکھنانے لگا ہے ایک بشر، تو جب مَیں اسے پوری طرح مکمل کر چکوں اور اس میں اپنی رُوح میں سے پھونک دوں تو گر پڑنا اس کے لیے سجدے میں۔

۲۔ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍo فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ o (ص: ۷۱،۷۲)

اور (یاد کرو) جب کہا تیرے رَب نے فرشتوں سے، میں بنانے والا ہوں مٹی سے ایک بشر۔ تو جب میں اسے پوری طرح بنا کر درست کر دُوں اور پھونک دوں اس میں اپنی روح میں سے تو گر پڑنا اس کے لیے سجدے میں۔

اور پھر پوری نوعِ انسانی کو صُلبِ آدم سے متعلق کر دیا گیا۔ چنانچہ جیسے جیسے ارحامِ اُمہات میں افرادِ نوعِ انسانی کے اجساد تیار ہوتے رہے ایک خاص مرحلے پر جنودِ ارواح میں سے ایک ایک روح ان کے ساتھ متعلق کی جاتی رہی۔ جس کو تعبیر کیا سورۂ مومنون میں ''خَلْقًا اٰخَرَ'' کے الفاظ مبارکہ سے اور جس کی خبر دی مزید وضاحت کے ساتھ صادق و مصدوق علیہ الصلوٰۃ السلام نے۔ ازروئے آیات وحدیث مندرجہ ذیل:

۱۔ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍo ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍo ثُمَّ سَوّٰهُ وَنَفَخَ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِه (السجدہ: ۷،۸،۹)

اور اس نے انسان کی تخلیق کا آغاز کیا مٹی سے، پھر چلائی اس کی نسل نچڑے ہوئے بے قدر پانی سے۔ پھر اس کو درست کیا پوری طرح اور پھونکا اس میں اپنی

روح میں سے۔!

۲۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ o ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ o ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًاق ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَط فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ o (المؤمنون: ۱۲ تا ۱۴)

اور ہم نے پیدا کیا انسان کو مٹی کے خلاصے سے۔ پھر کر دیا ہم نے اس کو ایک بوند جمے ہوئے ٹھکانے میں، پھر بنایا اس بوند سے ایک علقہ اور پھر بنایا اس علقہ سے ایک لوتھڑا، پھر بنائیں اس لوتھڑے سے ہڈیاں، پھر پہنایا ہڈیوں کو گوشت۔ اور پھر اٹھایا اسے ایک اور ہی اٹھان پر۔ سو بڑا ہی بابرکت ہے اللہ سب سے اچھی تخلیق فرمانے والا۔!

۳۔ عَنْ اَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ هُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوقُ: ((اِنَّ اَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهٗ فِيْ بَطْنِ اُمِّهٖ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا نُطْفَةً ثُمَّ يَكُوْنُ عَلَقَةً مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ يَكُوْنُ مُضْغَةً مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ يُرْسَلُ اِلَيْهِ الْمَلَكُ فَيَنْفُخُ فِيْهِ الرُّوْحَ (رواه البخاری ومسلم)

ابوعبدالرحمٰن ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سچے ہیں اور ان کی سچائی مُسلّم ہے کہ: ''تم میں سے ہر ایک کی تخلیق رحمِ مادر میں چالیس دن تو نطفے کی صورت میں ہوتی ہے، پھر اتنے ہی دن علقہ کی صورت میں، پھر اتنے ہی دن مضغہ کی صورت میں۔ پھر اس کے بعد ایک فرشتہ بھیجا جاتا ہے جو اس میں رُوح پھونکتا ہے'' (اس حدیث کو روایت کیا امام بخاری اور امام مسلم دونوں نے)

واضح رہے کہ یہاں روح سے مراد زندگی لینا بہت بڑا مغالطہ ہے اس لیے کہ بے جان تو نہ وہ ''بَيْضَةُ الْاُنْثٰى'' ہی ہوتا ہے جو طویل مسافت طے کر کے رحم میں پہنچتا ہے اور نہ ''نُطْفَةُ الرَّجُل'' جو نہایت جوش وخروش سے حرکت کرتے ہوئے پوری قوت کے ساتھ اس میں داخل ہوتا ہے۔ رہے علقہ اور مضغہ تو ان میں تو نشو ونما کا خالص حیاتیاتی عمل انتہائی زور شور سے جاری ہوتا

ہے۔لہٰذا یہاں بے جان مادے میں زندگی پھونکنے کا کوئی سوال نہیں بلکہ جسدِ انسانی کے ساتھ جو تخلیق وتسویہ کے مراحل طے کر رہا ہے روحِ انسانی کے الحاق کا معاملہ ہے،فافھم و تدبر!

اب آیئے اصل موضوع کی طرف!

حقیقت یہ ہے کہ انسان ایک مرکب وجود کا حامل ہے جو دو اَجزاء پر مشتمل ہے:

ایک اس کا وجودِ حیوانی جو مجموعہ ہے جسم اور جان یا جسد وحیات دونوں کا اور دوسرے روحِ انسانی جس کے شرف ومجد کے اظہار کے لیے اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی ذات کی طرف نسبت دی! (وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ!) ایک کا تعلق ہے عالمِ خلق سے جس میں تخلیق وتسویہ کا عمل لازماً تدریج وارتقاء کے مراحل سے ہوکر گزرتا ہے، جب کہ دوسرے کا تعلق ہے عالمِ امر سے جہاں ابداع اور ایجاد وتکوین کا ظہور کن فیکونی شان کے ساتھ ہوتا ہے بفحوائے الفاظ قرآنی:

۱۔ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ط قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ (بنی اسرائیل: ۸۵)

اور پوچھتے ہیں تم سے روح کے بارے میں۔کہو: رُوح میرے رَبّ کے امر سے ہے!

۲۔ وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ (القمر: ۵۰)

اور نہیں ہے ہمارا امر مگر بس ایسے جیسے ایک لپک نگاہ کی!

۳۔ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (یٰس: ۸۲)

اور اس کے امر کی شان تو یہ ہے کہ وہ بس کہہ دیتا ہے کہ ہوجا اور ہوجاتا ہے!

مزید برآں......ایک کا رجحان ہے عالمِ سفلی کی طرف جبکہ دوسرے کی پرواز ہے عالمِ علوی کی جانب، بلکہ ایک بالقوہ "اَسْفَلَ سَافِلِين" کے حکم میں ہے تو دوسرے کا اصل مقام اعلیٰ "علّیین" میں ہے،ایک خاکی الاصل ہے اور "كُلُّ شَيْءٍ يَرجِعُ اِلٰى اَصْلِهٖ" کے مصداق "وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ" کی مکمل تصویر،جبکہ دوسرا نوری الاصل اور ع: "اپنے مرکز کی طرف مائلِ پرواز تھا حسن!" کے مصداق ہمیشہ عالمِ بالا کی جانب مائل ومتوجہ۔ایک خالصتاً حیوانات کی سطح پر ہے تو دوسرا فرشتوں کا ہم رتبہ ہی نہیں بالقوہ ان سے بھی آگے!بقولِ شیخ سعدیؒ

آدمی زادہ طُرفہ معجون است — از فرشتہ سرشتہ و ز حیواں

گویا دونوں باہم متضاد و متصادم ہیں۔ چنانچہ ایک تقویت پاتا ہے تو دوسرا لازماً مضمحل ہوتا ہے اور ایک کا دباؤ بڑھے تو دوسرے کا کچلا جانا لازمی ہے! چنانچہ بطن و فرج کے تقاضوں کی بھرپور تسکین اور کثرتِ آرام و استراحت سے روح مضمحل ہوتی چلی جاتی ہے، حتیٰ کہ وہ وقت بھی آ جاتا ہے جب انسان کا جسدِ خاکی چلتا پھرتا اور کھاتا پیتا الغرض ہر اعتبار سے زندہ ہی نہیں خوب فربہ و توانا نظر آتا ہے درآنحالیکہ اس کی روح، کمزور اور لاغر ہوتی ہوتی بالآخر سسک سسک کر دم توڑ دیتی ہے اور جسدِ انسانی اس روح کے لیے چلتی پھرتی قبر بن کر رہ جاتا ہے بقول علامہ اقبال

ع ''روح سے تھا زندگی میں بھی تہی جن کا جسد!'' اور بمصداقِ الفاظِ قرآنی:

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ (النمل: ۸۰، الروم: ۵۲)

یقیناً (اے نبی) تم نہیں سنا سکتے (اپنی بات) مُردوں کو اور نہ سنا سکتے ہو (اپنا پیغام) بہروں کو!

افسوس کہ دورِ حاضر میں مادہ پرستانہ نقطۂ نظر کے تسلط کے باعث رُوح اور جسد کے جداگانہ تشخص اور اُن کے تقاضوں کے باہم متضاد و متصادم ہونے کا شعور و ادراک عوام تو کجا خواص تک کو حاصل نہیں رہا۔ حتیٰ کہ بہت سے جدید 'مفکرینِ اسلام' تو اس حقیقت کبریٰ کا ذکر بھی بطرزِ استہزاء و استحقار کرتے ہیں۔ چنانچہ عصرِ حاضر کے ایک بہت بڑے 'مفکرِ اسلام' ''اسلام کا روحانی نظام'' کے عنوان سے ایک نشری تقریر میں فرماتے ہیں:

''فلسفہ و مذہب کی دنیا میں عام طور پر جو تخیل کارفرما ہے وہ یہ ہے کہ روح اور جسم ایک دوسرے کی ضد ہیں، دونوں کا عالم جدا ہے۔ دونوں کے تقاضے الگ بلکہ باہم مخالف ہیں...... اسلام کا نقطۂ نظر اس معاملے میں دنیا کے تمام مذہبی اور فلسفیانہ نظاموں سے مختلف ہے......''

اس ضمن میں انہوں نے 'دنیا پرستی' اور 'ترکِ دنیا' کی دو انتہائی صورتوں کی جو تردید کی ہے وہ اصولاً بالکل درست ہے لیکن حیرت ہوتی ہے کہ ان کی توجہ اس حقیقت کی جانب کیوں منعطف نہ ہوئی کہ انسانی تاریخ میں ان دونوں انتہاؤں کی موجودگی بجائے خود اس کا ثبوت ہے کہ انسانی شخصیت میں دو بالکل متضاد اور مخالف قوتیں کارفرما ہیں، جن کے مابین مسلسل رسہ کشی

جاری رہتی ہے۔ چنانچہ کبھی ایک کا پلڑا بھاری ہو جاتا ہے کبھی دوسری کا۔ بقول علامہ اقبال ؎

اسی کشمکش میں گزریں مری زندگی کی راتیں
کبھی سوز و سازِ رومیؔ کبھی پیچ و تابِ رازیؔ

اسلام بلاشبہ ان کے مابین توازن پیدا کرنا چاہتا ہے اور عدمِ توازن کو ہرگز پسند نہیں کرتا لیکن توازن کا یہ تصور بجائے خود دلیل قاطع ہے جسد اور روح کے تضاد اور ان کے تقاضوں کے باہم متقابل و متبائن ہونے کی۔ بقول شاعر ؎

درمیانِ قعر دریا تختہ بندم کردہ ای!
باز می گوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش!

واقعہ یہ ہے کہ فکر و نظر کی اس بنیادی غلطی نے تصورِ دین کی پوری عمارت ہی کو کج کر ڈالا ہے۔ چنانچہ جب روح، صرف زندگی کے ہم معنی ہو کر رہ گئی تو 'دین' بھی بس ایک 'نظامِ حیات' بن کر رہ گیا اور مذہب کا ایک ایسا لا مذہبی (Secular) ایڈیشن تیار ہو گیا جس میں مذہب کے لطیف حقائق سرے سے خارج از بحث ہو گئے ؎

خشتِ اوّل چوں نہد معمار کج! تا ثریا می رود دیوار کج!!

ایک حقیقت کی جانب مزید توجہ فرمالیجئے!

جسدِ انسانی یا انسان کا وجودِ حیوانی خاکی الاصل ہے چنانچہ اس کی جملہ ضرورتیں اور اس کے تغذیہ و تقویت کا تمام سامان بھی زمین ہی سے حاصل ہوتا ہے جبکہ روحِ انسانی قدسی الاصل اور امرِ رب ہے لہٰذا اس کے تغذیہ و تقویت کی ضروت بھی تمام تر کلامِ ربانی ہی سے پوری ہو سکتی ہے جسے قرآن حکیم نے روح ہی سے تعبیر کیا ہے از روئے آیاتِ مبارکہ:

۱۔ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِیْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا (الشوریٰ)

اور اسی طرح (اے نبیؐ) ہم نے وحی کی تمہیں ایک رُوح اپنے امر سے (اس سے پہلے) تم کچھ نہ جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا۔ لیکن (اب) بنا دیا ہے اسے ایک نُور جس کے ذریعے ہدایت دیتے ہیں ہم اپنے بندوں میں سے جس پر چاہیں!

۲۔ يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ (المومن: ۱۵)

اِلقاءفرماتا ہے روح اپنے امر سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے!

۳۔ يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ (النمل: ۲)

نازل فرماتا ہے فرشتوں کو وحی کے ساتھ اپنے امر سے، اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے!

اچھی طرح سمجھ لیجیے کہ رمضان المبارک کے پروگرام کی دو شقیں ہیں ایک دن کا روزہ اور دوسرے رات کا قیام اوراس میں قرأت و استماعِ قرآن! اور اگرچہ ان میں سے پہلی شق فرض کے درجے میں ہے اور دوسری بظاہر نفل کے، تاہم قرآن مجید اور احادیثِ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام دونوں نے اشارۃً اور کنایۃً واضح فرمادیا کہ یہ ہے رمضان المبارک کے پروگرام کا جزو لاینفک! چنانچہ قرآن نے وضاحت فرمادی کہ روزوں کے لیے ماہِ رمضان معین ہی اس لیے کیا گیا ہے کہ اس میں قرآنِ مجید نازل ہوا تھا: گویا یہ ہے ہی نُزولِ قرآن کا سالانہ جشن!

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ (البقرۃ: ۱۸۵)

رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن مجید نازل ہوا۔

اور احادیث نے تو بالکل ہی واضح کر دیا کہ رمضان المبارک میں 'صیام' اور 'قیام' لازم وملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ چنانچہ

۱۔ امام بیہقی نے رمضان المبارک کی فضیلت کے ضمن میں جو خطبہ آنحضورﷺ کا 'شعب الایمان' میں نقل کیا ہے، اس کے الفاظ ہیں:

جَعَلَ اللّٰهُ صِيَامَهٗ فَرِيْضَةً وَ قِيَامَ لَيْلِهٖ تَطَوُّعًا

اللہ نے قرار دیا اس میں روزہ رکھنا فرض اور اس کا قیام اپنی مرضی پر۔

گویا قیام اللیل اگرچہ "تَطَوُّعًا" ہے تاہم اللہ کی جانب سے 'مجعول' بہرحال ہے!

۲۔ بخاری اور مسلم دونوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آنحضورﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّ احْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ

وَمَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّ احْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ

''جس نے روزے رکھے رمضان میں ایمان واحتساب کے ساتھ' بخش دیے گئے اس کے تمام سابقہ گناہ' اور جس نے (راتوں کو) قیام کیا رمضان میں ایمان واحتساب کے ساتھ' بخش دیے گئے اس کے جملہ سابقہ گناہ۔''

۳۔ امام بیہقی نے 'شعب الایمان' میں حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن العاصؓ سے روایت کیا کہ آنحضورﷺ نے فرمایا کہ:

اَلصِّيَامُ وَ الْقُرْآنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ' يَقُوْلُ الصِّيَامُ اَىْ رَبِّ اِنِّى مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِىْ فِيْهِ وَيَقُوْلُ الْقُرْآنُ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ فَشَفِّعْنِىْ فِيْهِ فَيُشَفَّعَانِ

''روزہ اور قرآن دونوں بندہ مومن کے حق میں سفارش کریں گے روزہ کہے گا: اے رب! میں نے اسے روکے رکھا دن میں کھانے اور خواہشات سے، پس اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما اور قرآن کہے گا: میں نے روکے رکھا اسے رات کو نیند سے پس اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما۔ تو دونوں کی سفارش قبول کی جائے گی''۔

اور اب غور فرمایئے صومِ رمضان کی حکمتوں پر!

حقائقِ متذکرہ بالا کے پیشِ نظر صیام و قیامِ رمضان کی اصلی غایت و حکمت اور ان کا اصل ہدف و مقصود ایک جملے میں اس طرح سمویا جاسکتا ہے کہ:...... ایک طرف روزہ انسان کے جسد حیوانی کے ضعف واضمحلال کا سبب بنے تاکہ روحِ انسانی کے پاؤں میں پڑی ہوئی بیڑیاں کچھ ہلکی ہوں اور بہیمیت کے بھاری بوجھ تلے دبی ہوئی اور سسکتی اور کراہتی ہوئی روح کو سانس لینے کا موقع ملے...... اور دوسری طرف قیامُ اللیل میں کلامِ ربانی کا روح پرور نزول اس کے تغذیہ و تقویت کا سبب بنے...... تاکہ ایک جانب اس پر کلامِ الٰہی کی عظمت کَمَا حَقُّهٗ منکشف ہو جائے اور وہ اچھی طرح محسوس کرلے کہ یہی اس کی بھوک کو سیری اور پیاس کو آسودگی عطا کرنے کا ذریعہ اور اُس کے دُکھ کا علاج اور درد کا درماں ہے! اور دوسری جانب روحِ انسانی ازسرِ نو قوی اور توانا ہوکر ''اپنے

مرکز کی طرف مائلِ پرواز‘‘ ہو گویا اس میں تقرب اِلی اللہ کا داعیہ شدت سے بیدار ہو جائے اور وہ مشغولِ دعا و مناجات ہو جو اصل روح ہے عبادت کی اور لُبِّ لُباب ہے رُشد و ہدایت کا!

یہی وجہ ہے کہ قرآنِ حکیم میں صوم و رمضان سے متعلق آیات میں:

اوّلاً...... مجرد صوم کی مشروعیت اور اس کے ابتدائی احکام کا ذکر ہوا اور اس کی غرض و غایت بیان ہوئی ’’لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ‘‘ کے الفاظ میں اور

ثانیاً...... صومِ رمضان کی فرضیت اور اس کے تکمیلی احکام کا بیان ہوا اور اس کے ثمرات و نتائج کا ذکر ہوا دو طرح پر:

ایک...... وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ

کے الفاظ میں، جو عبارت ہے انکشافِ عظمتِ نعمتِ قرآن اور اس پر اللہ کی جناب میں ہدیۂ تکبیر و تشکر پیش کرنے سے اور

دوسرے...... وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ط اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِلا فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ

کے الفاظ میں جو عبارت ہے انسان کے متوجہ الی اللہ و متلاشی تقربِ الٰہی اور مشغولِ دُعا اور محوِ مناجات ہونے سے جو اصل حاصل ہے عبادتِ رَبّ کا!

الغرض! صیام و قیام رمضان کا اصل مقصود یہ ہے کہ روحِ انسانی بہیمیت کے غلبے اور تسلط سے نجات پا کر گویا حیاتِ تازہ حاصل کرے اور پوری شدت و قوت اور کمالِ ذوق و شوق کے ساتھ اپنے رب کی جانب متوجہ ہو جائے!

اب ذرا ایک بار پھر سوچیے کہ یہ ’روحِ انسانی‘ درحقیقت ہے کیا؟ جیسے کہ پہلے واضح ہو چکا ہے، یہ ’’اَمرِ رَبّی‘‘ بھی ہے اور جلوۂ ربانی بھی۔ اس کا تعلق ذاتِ خداوندی کے ساتھ بالکل وہی ہے جو سورج کی ایک کرن کا سورج کے ساتھ کہ لاکھوں اور کروڑوں میل دور آ جانے کے باوجود اپنے منبع سے منقطع اور اپنے جداگانہ وجود کے باوصف اپنی اصل سے منفصل نہیں ہے...... بعینہٖ یہی کیفیت ہے روحِ انسانی کی کہ اپنے علیحدہ تشخص کے باوجود خدا سے منفصل نہیں بلکہ متصل ہے بقول عارفِ رومیؒ

اتصالے بے تکیف بے قیاس ہست ربُّ الناس را با جانِ ناس!

گویا قلبِ انسانی کی مکین روحِ ربانی براہِ راست متصل ہے ذاتِ ربّ کے ساتھ اور یہی ہے وہ عظیم امانت جس کے بارِ گراں کے نہ سماوات متحمّل ہو سکے نہ ارض و جبال لیکن جو حصے میں آئی ظلوم وجہول انسان کے:

ے آسماں بارِ امانت نتواں گشت کشید قُرعۂ فال بنامِ منِ دیوانہ زدند!

یہی وجہ ہے کہ ایک حدیثِ قُدسی کی رو سے قلبِ مومن کی مکین خود ذاتِ الٰہی ہے:

مَا وَسَعَنِي اَرْضِيْ وَلَا سَمَائِيْ وَلٰكِنْ وَسَعَنِيْ قَلْبُ عَبْدِی الْمُؤْمِن

میں نہ زمین میں سما سکا نہ آسمان میں، البتہ اپنے مومن بندے کے دل میں میری سمائی ہوگئی۔ (ج ۳ ص ۱۴، احیاء العلوم الدین، امام غزالی)

ے من نگنجم در زمین و آسماں لیک گنجم در دلِ مومن عیاں! (سعدیؔ)

تو کیا بالکل درست نہیں یہ قول مبارک کہ "اَلصَّوْمُ لِيْ وَاَنَا اَجْزِيْ بِهٖ" ......بلکہ "اَلصَّوْمُ لِيْ وَاَنَا اُجْزٰی بِهٖ" ......اس لیے جب کہ دوسری بدنی اور مالی عبادتوں کا حاصل ہے تزکیہ وتطہیرِ نفس وہاں صوم رمضان کا حاصل ہے تغذیہ وتقویتِ رُوح جو متعلق ہے براہ راست ذاتِ خداوندی کے ساتھ......لہٰذا روزہ ہوا خاص اللہ کے لیے، اب چاہے یوں کہہ لیں کہ وہ خود ہی اس کی جزا دے گا یا یوں کہہ لیں کہ وہ خود ہی بہ نفسِ نفیس اس کا انعام ہے، کوئی فرق واقع نہیں ہوتا اس لیے کہ خدا تو منتظر رہتا ہے کہ جیسے ہی کوئی بندہ خلوص واخلاص کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہو وہ بھی کمالِ شفقت وعنایت کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہو جائے...... یہاں تک کہ ایک حدیث ِ قُدسی کی رو سے اگر بندہ اس کی جانب چل کر آتا ہے تو وہ بندے کی جانب دوڑ کر آتا ہے اور اگر بندہ اس کی طرف بالشت بھر بڑھتا ہے تو وہ بندے کی طرف ہاتھ بھر بڑھتا ہے......

گویا بقول علامہ اقبالؔ مرحوم ے

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں!
راہ دکھلائیں کسے؟ رَہروِ منزل ہی نہیں!

فتنۂ دجّال کے منحوس دور کی ایمان سوز کالی گھٹائیں

7 دجّال کے ساتھی ـــــ جِنّ واِنس

انجینئر مختار فاروقی

1

فتنۂ دجّال اور حالیہ عصر دجال کے فہم و اِدراک کے لیے حالیہ مغربی تہذیب کو سمجھنا ازبس ضروری ہے کہ یہ تہذیب 'دجالی' تہذیب ہے، ہرطرف دھوکا، چکّر بازی اور ایک دوسرے کو DODGE کرنے کا عمل ہر جگہ جاری ہے۔ مارکیٹیں، بازار، عدالتیں، تھانے، ہسپتال، اسمبلیاں، دفاتر اور کارخانے ہرجگہ سچائی کا فقدان ہے اور مصنوعیت (ACTING) اور چالبازی کا دور دورہ ہے۔ عصر حاضر کی موجودہ مغربی تہذیب (جو کہ گزشتہ چھ صدیوں میں پل کر جوان ہوکر بڑھاپے میں داخل ہوئی اور اب فنا ہونے کی طرف رواں دواں ہے،) آنے والے دجال اور مسیح الدجال کے لیے مناسب ماحول پیدا کررہی ہے۔ حالیہ تہذیب کے بارے میں علامہ اقبال نے ایک صدی قبل فرمایا تھا: ؎

تمھاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ، ناپائدار ہوگا

آج کی مغربی تہذیب جو اپنی عمر کی چھ صدیاں گزار کر فنا کی طرف لڑھک رہی ہے (SLOUCHING)★ اس کے اجزائے ترکیبی (آپ انٹرنیٹ پر SEARCH کریں) یونانی

★ 1998ء میں امریکی سپریم کورٹ کے ایک سابق جج نے SLOUCHING TOWARDS GOMORRAH (امریکی قوم، قومِ لوط جیسے عذاب کی طرف تیزی سے لڑھک رہی ہے) نامی کتاب لکھی اور BESTSELLER قرار پائی۔

علم الاصنام (GREECE MYTHOLOGY) اور (ROMAN TORTURE) رومی طرز حکومت ہے۔ دونوں اجزا انسان دشمن اور تہذیب دشمن ہیں۔ اسی لیے کل کے تمام یورپی ممالک کے نشان اور 'علم' BEASTALLITY کے مظاہر تھے اور آج کے جدید اور POST MODERN جھنڈے، نشان، علم اور INSIGNIA'S بھی بہیمانہ اور انسان دشمن ہیں۔ ذیل میں چند مشہور نشان قارئین کے علم میں اضافہ کے لیے دیے جارہے ہیں تاکہ اس تہذیب کی اصلیت کو پہچانا جاسکے۔

ایشین ویلش کا جھنڈا

نادرن کمانڈ یو ایس اے

امریکی افواج

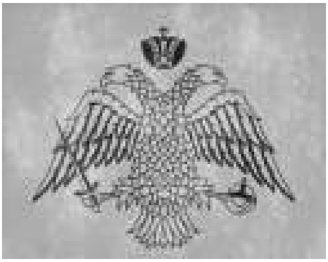

یونانی ارتھوڈاکس

امریکی محکمہ دفاع

امریکی آرمی جنرل سٹاف

بنک آف انگلینڈ

امریکن سنٹرل کمانڈ

امریکن نیوی

امریکی صدر کا نشان

فن لینڈ کا نشان

یورپین کمانڈ

فوری تقابل کے لئے چند دیگر مسلمان ملک اور اداروں کے نشان بھی ملاحظہ فرمائیں

(سعودی عرب، سوڈان، OIC وغیرہ)

ایران کا پرچم

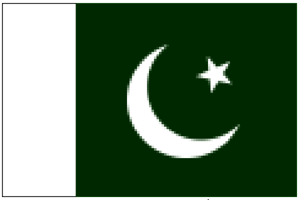

پاکستان کا پرچم

سعودی عرب

سوڈان کا پرچم

اسلامی ممالک کی تنظیم

پاکستان کا قومی نشان

تیسری جنگ عظیم کے دوفریق (WW-III)

پہلی جنگ عظیم (WW-I) 1914ء تا 1918ء عجیب طریقے سے لڑی گئی، دونوں فریق ایک سوچ اور ایک ہی گروہ میں سے تھے، دونوں کے پیچھے صہیونیت تھی اور دونوں فریقوں میں سے ایک فریق کے حمایتی مسلمان تھے اور وہ اس فریق کا ساتھ دے رہے تھے۔ صہیونیت کے لیے برابر تھا کہ کون جیتتا ہے یا کون ہارتا ہے۔ دونوں صورتوں میں مقاصد صہیونیت کے ہی پورے ہونے تھے۔ مگر اضافی طور پر سلطنت عثمانیہ جرمنی کا ساتھ دے رہی تھی۔ جرمنی کے شکست کھانے پر جنگی تاوان اور دیگر فیصلے لاگو ہوئے اور جرمنی سے زیادہ سلطنت عثمانیہ کا نقصان ہوا کہ وہ مسلمان

طاقت تھی اوراس کے حصے بخرے کر کے اسرائیل کے لیے راہ ہموار کردی گئی۔

دوسری جنگ عظیم (WW-II) 1939ء تا 1945ء بھی اسی اصول پر لڑی گئی اسی طرح اب متوقع WW-III جس کے واقع ہونے میں تو کسی کو شک نہیں ہے کہ حقیقتاً دنیا میں دو متحارب گروہ آمنے سامنے ہیں مگر حالات کو ایک صلیبی جنگ کے نام سے بچانے کے لیے دو گروہ بنیں گے۔ دونوں یاجوج ماجوج میں سے ہوں گے اور درپردہ اسرائیل کے ہی حمایتی اور خیرخواہ ہوں گے۔ بس ایک گروہ کے ماضی یا عالمی حیثیت کی وجہ سے مسلمان اس کا ساتھ دے رہے ہوں گے۔ لہٰذا بظاہر یہ جنگ دو فریقوں میں ہوگی مگر جس طرف مسلمان ہوں گے اس کو پہلے مرحلے میں شاید فاتح ظاہر کر کے مزید للکارا جائے گا اور بالآخر فیصلہ کن جنگ میں مسلمانوں کو ختم کرنے کی منصوبہ بندی ہوگی۔ (اقتباس از کتاب ''یاجوج ماجوج'')

اس دجّالی تہذیب کی فکری ونظری بنیادیں ہی فطرتِ انسانی کے داعیات کے خلاف ہیں۔ اسی تہذیب نے اپنے دورِ عروج میں 1750ء کے بعد سے جن نظریات اور THEORIES کو جنم دیکر پروان چڑھایا ہے وہ صہیونی سوچ کے ہی منطقی نتائج اور COROLLARIES ہیں۔ صہیونی تہذیب نے اپنے خاص (PRE-PLANNED AND PRE-DESIGNED) عزائم کی سیکولر سوچ کے ساتھ انسانی معاشرے کی تشکیل کرنے کی بنیاد اُٹھائی۔ بنیادی انسانی حقوق (1215ء) اور MAGNACARTA (1225ء) شاہِ انگلستان سے یہود نے اپنے لیے بقائے باہمی کے اصول پر منظور کرائے۔ اس سے پہلے تمام یورپی ممالک سے یہود (بنی اسرائیل) اپنی سازشوں کی وجہ سے نکالے جاتے رہے تھے۔

انگلستان کے جس بادشاہ (شاہی خاندان) نے ان حقوق کو منظور کیا اسی نے اس کی حفاظت وترویج کا ذمہ لیا اور پھر صدیوں اپنی COMMITTMENTS کو نبھایا۔ اس واقعہ سے بہت پہلے یہودی اکابرین کی جدوجہد سے روسی علاقہ میں ایک حکمران خاندان کا عیسائیت اوراسلام کے مقابلہ میں یہودیت کو قبول کرنے کے نتیجے میں یہود کے چہیتے بننے اور پھر یہود کے برادرانِ یوسفؑ (بارہ بھائیوں کی اولاد جو بنی اسرائیل کہلاتی ہے) میں اضافہ کرکے

تیرھواں قبیلہ (13th TRIBE) کا نام پانے والا خاندان اور اس کے عمائدین سلطنت تھے۔ 1750ء میں طے پانے والا یہ بنیادی معاہدہ اس تیرھویں قبیلے کے انگلستان میں اقتدار میں آنے اور کئی نشیب وفراز سے گزر کر موعودہ STATUS دلانے کا معاہدہ تھا۔اس کے بعد کی تاریخ اب اس تیرھویں قبیلے اور بنی اسرائیل کی وہ تاریک، انسان دشمن، اَخلاق دشمن، خدابیزار تاریخ ہے جو ابھی تک پوری طرح اپنی اصلی تفصیلات کے ساتھ دنیا کے سامنے نہیں آئی۔گزشتہ 800 سال پہلے یورپی قوتوں اور 1750ء کے بعد سے عالمی سطح پر انسانیت کے لیے واقعی 'سیاہ دور' ہے جس کے دوران بنی اسرائیل اور تیرھویں قبیلے کے گٹھ جوڑ سے بنی اسرائیل کی عالمی سلطنت کی تشکیل کی طرف اُٹھنے والا ہر قدم نسل انسانی کے خلاف 'انتقامی' ہی کہلاسکتا ہے اور خدابیزاری وخدادشمنی کے ساتھ ساتھ انسان دشمنی کا بھی ایک سے ایک بڑا شاہکار ہے۔

2

کل روئے زمین اور فضا میں جہاں تک عام انسان کی رسائی ہے وہاں دو ہی گروہ (PARTIES) ہیں ایک 'حزبُ اللہ' یعنی اللہ کی پارٹی کہلاتی ہے اور دوسری 'حزبُ الشیطان' یعنی شیطان کی پارٹی ہے۔ جولوگ خلوصِ دل سے اللہ کو مانتے ہیں، اللہ کے رسولوں کو مانتے ہیں اور ان کی لائی ہوئی ہدایت پر عمل کرتے ہیں، زندگی میں 'اللہ کے رنگ' میں رنگے ہوتے ہیں وہ 'حزبُ اللہ' ہیں۔دوسری طرف جوانسانی گروہ خدابیزار، وحی دشمن، رسول دشمن، اَخلاق دشمن ہوتے ہیں وہ حزبُ الشیطان کہلاتے ہیں۔

حزبُ اللہ کا حمایتی اللہ اور رسول اور تمام اچھے انسان ہوتے ہیں۔فرشتے ان کی مدد کرتے ہیں ان کے لیے دُعائیں کرتے ہیں جبکہ حزب الشیطان کے افراد کے رویّے انسان دشمن اور ماحول دشمن ہوتے ہیں اور وہ خلافِ فطرت انسانی کام کرتے ہیں۔ابلیس اس گروہ کا حمایتی ہوتا ہے اور شیاطینِ جنّ وانس ان کی پارٹی کے لیے کام کرتے ہیں۔

جنگِ بدر میں مشرکینِ مکہ کی حمایت میں 'ابلیس' بھی آیا تھا اور قریب کے تمام شیاطینِ جن بھی اس خدابیزار اور خدادشمن گروہ کے ساتھ تھے مگر وہ حزبُ اللہ سے شکست کھا گئے شیطان بھی بھاگ گیا۔(القرآن،الانفال 48:08)

3

آج بھی اخلاقی سطح، انسانی رویوں اور نظریات کی سطح پر دنیا بھر میں یہی دو گروہ ہیں: حزبُ اللہ اور حزب الشیطان۔ 'دجال' یا 'مسیح الدجال' کا ظہور اسی حزبُ الشیطان کے ایک بڑے عالمی لیڈر اور نجات دہندہ (EXTRA ORDINARY LEADERS) کے طور پر ہی ہونا ہے۔ اس آنے والی شخصیت کے ذریعے حزبُ الشیطان کے کئی شیطانی منصوبوں کا افتتاح ہونا ہے جو حزب الشیطان نے PENDING کر رکھے ہیں۔

مستقبل قریب میں اسلام، عیسائیت اور یہودیت کے پیروکار سمیت ہندو اور سکھ بھی کسی نجات دہندہ کے انتظار میں ہیں۔

- مسلمانوں کے ہاں دو بڑی شخصیات ظہور پذیر ہونے والی ہیں۔ قرآن مجید اور حدیث مبارکہ کے بیان کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ایک معجزانہ اور منفرد واقعہ تھا۔ اسی لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں نے اس واقعہ (EVENT) کو یادگار (CEREMONIAL) بنانے کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے ہی سن عیسوی جاری کر دیا تھا کہ یہ واقعہ ہر شخص کی زبان پر رہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے 30 سال کی عمر میں تبلیغ شروع فرمائی۔ آپ بنی اسرائیل ہی میں سے تھے اور بنی اسرائیل ہی کی طرف نبی / رسول تھے۔ آپ کی تعلیمات GLOBAL نہیں تھیں۔ چنانچہ آج بھی BIBLE میں یہ جملہ موجود ہے کہ ''میں بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں (جو دین موسویؑ اور احکامِ خداوندی کے خلاف زندگی گزار رہے ہیں) کی تلاش میں آیا ہوں''۔ مگر بنی اسرائیل کے مؤثر لوگوں نے رومی حکومت میں غلامی کے دور میں رومی بادشاہوں سے مراعات لیں اور آسمانی ہدایت سے غداری کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نہ صرف انکار کیا بلکہ ان پر الزام لگا کر واجب القتل قرار دیا اور رومی حکمرانوں کے حوالے کر دیا تاکہ وہ ان کو سولی (صلیب) دے سکیں۔ انجیل برنباس میں پورے واقعے کی تفصیل موجود ہے۔ (یاد رہے کہ یہ انجیل بائبل میں موجود چار انجیلی نسخوں پر اضافہ ہے اور 1960ء کے لگ بھگ پوپ (POPE) ہی کی لائبریری سے برآمد ہو کر عام ہوئی ہے اور اب عام ملتی ہے)۔

تین سال بعد 33ء میں حضرت عیسیٰ کی طے کردہ سزا پر عملدرآمد کا مرحلہ قریب تھا تو

برنباس کی انجیل کے بیان کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں میں ایک شخص 'مُخبِر' بنا اور اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کرانے کا ذمہ لیا تھا۔ عین وقت پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ اُٹھالیا گیا اور اسی 'مخبر' اور 'غدار شخص' کی شکل 'مسیح' جیسی بن گئی اور اس کو گرفتار کر کے سولی چڑھا دیا گیا۔ اسی لیے یہود اور مخلص عیسائیوں میں گزشتہ دو ہزار سال سے دشمنی چلی آرہی تھی، 1998ء میں اسرائیلی مذہبی قیادت نے عیسائی قیادت سے رابطے اور ملاقاتیں کر کے اپنی غلطی کا اعتراف بھی کیا اور یہود نے حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے تعمیر کردہ، 0070ء سے گرے پڑے ہیکل سلیمانی کو تعمیر کرنے کے لیے حمایت کا وعدہ لے لیا۔ چنانچہ گزشتہ 23 سال سے (1998ء کے بعد سے) کیتھولک عیسائی بھی اسرائیل کے حمایتی ہیں۔ پروٹسٹنٹ عیسائی پہلے ہی بنی اسرائیل (یہود) کے حمایتی ہیں۔ لہٰذا اب عیسائی دنیا بھی بنی اسرائیل کے منصوبوں پر ہر طرح (دامے، درمے، سخنے، قلبے و دماغے) سے تعاون بھی کر رہی ہے اور خوش بھی ہے۔

- عیسائی دنیا بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ آمد کے قائل ہیں اور منتظر ہیں عیسائی دنیا میں آئے روز ایسا لٹریچر سامنے آتا رہتا ہے جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جلدی واپسی کی استدعا کی جاتی ہے۔ یاد رہے کہ عیسائی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی ہوگئی تھی اور وہ تیسرے دن زندہ ہو کر آسمانوں پر چلے گئے۔ اب انہیں دوبارہ آنا ہے (جبکہ قرآن مجید فرماتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ سولی دی گئی نہ قتل کیے گئے بلکہ 'ان گروہوں' کو شبہ ہوا (مغالطہ ہو گیا ہے)
- یہود (بنی اسرائیل) بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کا انتظار کر رہے ہیں ان کا نقطۂ نظر اور فلسفہ ذرا گہرا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آج سے دو ہزار قبل دنیا میں تھے مگر بنی اسرائیل کے بگڑے ہوئے طبقے (جو اس وقت بھی صدیوں سے قتل انبیاء کا عادی مجرم تھا اور نام کا مذہبی لیبل (LABEL) رکھ کر دنیا میں اپنی مذہبی چودھراہٹ قائم رکھ کر دنیا داری میں غرق تھا اور غرق ہی رہنا چاہتا تھا) نے انؑ کے خلاف بھی سازش کی، جو اُن کے رسول ہونے کی وجہ سے ناکام ہوگئی۔ اور وہؑ زندہ آسمانوں پر اُٹھالیے گئے۔ مگر یہودی یہ مانتے ہیں (اپنے زُعم میں) کہ جس 'عیسیٰ یا مسیح' کی آمد کا وعدہ بنی اسرائیل سے ان کی کتابوں میں ہوا تھا، وہ ابھی آنا ہے، ابھی وہ SITUATION VACANT ہے لہٰذا بنی اسرائیل (آج کے یہود) کے نزدیک حضرت عیسیٰ آئیں گے۔ عیسائی

بھی یہوداور بنی اسرائیل کے زیراثر ان کو ہی 'عیسیٰ' مان لیں گے۔ یہود کے نزدیک اب آنے والا 'مسیح' اصفہان (ایران) سے ظاہر ہوگا۔ مسلمانوں کے نزدیک یہ شخص 'مسیح الدجال' ہوگا اور مسلم شریف کی واضح حدیث ہے کہ 'الدجال' اصفہان سے نکلے گا اور ستر ہزار یہودی اس کا ساتھ دیں گے جنہوں نے سیاہ چغے پہنے ہوں گے۔

اللہ کے قانون اِرسالِ انبیاء و رُسل کے مطابق رسول کی مخالفت پر قوموں پر عذاب آ گیا، بنی اسرائیل یہود پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایذا رسانی و سولی چڑھانے کی کوششوں کی وجہ سے عذاب آیا تھا ان کو ارضِ مقدس، فلسطین سے نکال دیا گیا۔ تاہم ان کو قرآن مجید (سورۂ بنی اسرائیل 17:8-9) کے مطابق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر MERCY APPEAL کی طرح ایک توبہ کا موقع دیا گیا مگر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بھی سازشوں کے عارضی اور دائمی جال بن دیے اور آج تک اُن کے دل سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اسلام، مسلمانوں، قرآن، وحی اور انبیاء کی دشمنی کا زہر نہیں نکل سکا بلکہ ختم نبوت کے اعلان کے بعد سے وہ جھوٹے نبی کھڑے کرنے، ان کو پالنے اور سرپرستی کرنے کا جرم اضافی طور پر کر رہے ہیں۔ اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ہی قانون کے مطابق آنے والے ہیں اور بنی اسرائیل (یہود) اُن کے انکار و تکذیب پر عذابِ استیصال کا مستحق بنیں گے۔ وما ذالك على الله بعزيز

اس 'دجال اکبر' کو انسانوں میں سے شریر، بے ضمیر، لادین، سیکولر اور آسمانی وحی کے دشمن انسانوں کی SUPPORT تو حاصل ہوگی اور وہی اس کے دائیں بائیں ہوں گے۔ تاہم قرآن مجید کے بیان کے مطابق شریر انسانوں کے ساتھ شریر جن بھی دجال کے لشکر میں شامل ہوں گے اور اس کو غیر مرئی اور نظر نہ آنے والی قوتوں کی حمایت بھی حاصل ہوگی۔ سورۃ الانعام 06: 112-113 میں فرمایا:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ O وَلِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ اَفْئِدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ O

''اور اسی طرح ہم نے شیطان (سیرت) انسانوں اور جنوں کو ہر پیغمبر کا دشمن بنا دیا تھا۔ وہ دھوکا دینے کے لیے ایک دوسرے کے دل میں طمع کی باتیں ڈالتے رہتے تھے اور اگر تمہارا پروردگار چاہتا تو ایسا نہ کرتے۔ تو ان کو اور جو کچھ یہ افتراء کرتے ہیں اسے چھوڑ دو۔ اور (وہ ایسے کام) اس لیے بھی (کرتے تھے) کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل ان کی باتوں پر مائل ہوں اور وہ انہیں پسند کریں اور جو کام وہ کرتے تھے وہی کرنے لگیں''۔

گویا شریر انسانوں اور شریر جنوں کو رابطہ اور تعاون یعنی ایک دوسرے کی جائز و ناجائز مدد بھی ان کی فطرتِ ثانیہ ہے۔ اسی طرح سورۂ نوح 72: آیت 27 میں کسی قوم کے بگڑنے اور دین دشمنی ہونے کی کیفیت کا ذکر ہے کہ قوم نوح کی اگلی نسلوں سے بھی کسی خیر کی توقع نہیں۔

اِنَّكَ اِنۡ تَذَرۡهُمۡ يُضِلُّوۡا عِبَادَكَ وَ لَا يَلِدُوۡۤا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًاO

''اگر تو ان کو رہنے دے گا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور ان کی جو اولاد ہوگی وہ بھی بدکار اور ناشکر گزار ہوگی''۔

گویا موجودہ دور کے بنی اسرائیل، ان کے ALLIES، عیسائی پروٹسٹنٹ اور کیتھولک، مزید برآں ان کے حمایتی ایسٹرن چرچ (BAZENTINE CHURCH) اور ویسٹرن چرچ (ROMAN CHURCH) سب اس دجال کی صفوں میں شامل ہوں گے۔ ان کو شریر جنوں اور ابلیس کی حمایت حاصل ہوگی۔ آج کی دنیا میں LUCIFER کے پرستار (LUCIFER WORSHIP کے قائل لوگ بہت ہیں خصوصاً عیسائی دنیا اور امریکہ میں) برمودہ مثلث (BERMUDA TRIANGLE) کے نام پر ایک وسیع طرزِ فکر و عمل کے لوگ مصروف ہیں اور اسلام اور مسلمانوں کے خاتمے کے درپے ہیں۔ یہ سب ابلیسی قوتیں 'دجال' کے لشکر ہیں۔

- اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام دمشق میں آئیں گے ان کو خدا تعالیٰ اور اس کی خیر کی قوتوں کی حمایت حاصل ہوگی۔ کئی معجزات ہوں گے یہ جنگ زمینی اور فضائی اور سیٹلائٹ کے ذریعے لڑی جائے گی اسی لیے مغرب نے نصف صدی سے 'سٹار وارز' (STAR WARS) کا تصور عام کیا ہے اور اس کی تیاری کی ہے۔

آنے والا 'دجال' انہی سٹاروار کی ٹیکنالوجی اور آلات سے مسلح ہوگا۔ تاہم وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں خدائی یعنی خیر کی طاقتوں کے مقابلے میں سابقہ خدائی کے دعویداروں فرعونوں، نمرودوں اور معبودانِ باطل کی طرح شکست کھا کر ذلیل ہوگا اور مارا جائے گا اور اس کے سارے لشکر (ALLIES) بھی دنیا سے نیست و نابود ہو جائیں گے۔

'دجال' کے ماننے والے، اسرائیل کو تسلیم کرنے کی بات کرنے والے اور ان کی حمایت کرنے والے بھی انتظار کریں ہم بھی انتظار میں ہیں۔ یعنی وہ قوتیں جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہیں، قرآن دشمن ہیں، اسلام دشمن ہیں، انسان دشمن ہیں، اخلاق دشمن ہیں وہ سب کی سب اپنے بڑوں کے ساتھ نیست و نابود ہو جائیں گی اور جو باقی بچیں گے وہ اس دنیا پر خیر اور بھلائی کے عالمی نظام کی از سرِ نو داغ بیل ڈالیں گے۔ انسان دوست، خدا شناس، خودی شناس، وحی شناس ماحول میں پر امن زندگی گزارنے کا دور آئے گا جس میں چوری، ڈاکہ، قتل و غارت، کرپشن، لوٹ کھسوٹ، بدکاری، عیاشی، شراب نوشی، بے حیائی، بے لباسی، بے غیرتی، ڈانس اور ناچ گانا قصۂ ماضی بن جائے گا۔ یہ دور ہوگا جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت للعالمینی کا مظہر ہوگا اور کل روئے ارضی پر پھیل کر قرآن مجید کی آیت "وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ" کا مصداق کامل بن جائے گا۔ یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی قدر جس مقام و مرتبہ کی حامل ہے وہ انہیں حاصل ہوگا اور دنیا اس کو دیکھے گی برتے گی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گن گائے گی۔ بقول علامہ اقبال

ؔ قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کردے
دہر میں اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اُجالا کردے

ؔ عقل ہے تیری سپر عشق ہے شمشیر تری
میرے درویش خلافت ہے جہانگیر تری

اور اس کے بعد مسلمانوں کا جذبۂ طاعتِ خداوندی اور اِتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کام آئے گا۔

ؔ کی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح و قلم تیرے ہیں

عصرِ حاضر کے دھندلکوں میں
قرآن وسُنّت کا انقلابی زاویۂ نظر

خشتِ دوم

کرنل (ر) انجینئر اشفاق احمد

عصرِ حاضر کی گتھی سلجھانے اور معاملاتِ عالم کی جامع تفہیم کی حکمتِ عملی نمبر 1
قرآنی نقطوں کو جوڑ کر عظیم تر تصویر بنانا (شیطانی مثلّث کی قرآنی مثال)

حق اور باطل اپنی اپنی جگہ کامل و جامع نظام ہیں، یہ ایک دوسرے کی 'شدید ترین ضد' ہیں اور ابتدائے آفرینش سے ایک دوسرے کی 'سخت مخالفت' کی بنیاد پر ہی کھڑے (قائم) ہیں۔ ایک کی موجودگی، دوسرے کی عدمِ موجودگی کی دلیل ہے، ایک کی اطاعت، دوسرے کا انکار ہے اور ایک کی جیت، دوسرے کی ہار ہے، یہاں تک کہ حق کا وجود ہی باطل کو مٹا دینے کے لیے ہے۔ مزید برآں، حق و باطل میں سے ہر ایک کو کسی بھی جسم یا خطّہ ارض پر اقامت یعنی قیام کے لیے اس پر بلاشرکتِ غیرے 'کامل کنٹرول' درکار ہوتا ہے اور یہ دونوں کسی بھی جگہ پر نہ صرف 'بیک وقت' نافذ نہیں ہو سکتے بلکہ دونوں کسی بھی جسم یا خطۂ ارض پر اِقامت کے لیے 'بالکل برابر جگہ' بھی گھیرتے ہیں یعنی بقول غالب ''رند کے رند رہے، ہاتھ سے جنت نہ گئی'' جیسی چمتکار کی یہاں گنجائش ہے اور نہ ہی کوئی امکان۔ چنانچہ ایک کا اِنہدام، اسی مقام پر دوسرے کے قیام کا اعلانِ عام ہوتا ہے۔

☆ ''اللہ ایمان والوں کا حامی و مددگار ہے، وہ انہیں ظلمات (اندھیروں) سے نور کی طرف نکال لے جاتا ہے اور طاغوت کافروں کے حامی و مددگار ہیں، جو انہیں نور سے اندھیروں کی

طرف لے جاتے ہیں۔'' (۲:۲۵۷)

☆ ''اگر اللہ لوگوں میں سے ایک گروہ کو دوسرے سے دفع نہ کرتا رہتا تو (راہبوں کی) خانقاہیں اور (عیسائیوں کے) گرجے اور (یہودیوں کی) عبادت گاہیں اور (مسلمانوں کی) مسجدیں سب ڈھا دی جاتیں کہ جہاں اللہ کا ذکر بکثرت کیا جاتا ہے۔'' (۲۲:۴۰)،

☆ ''وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھا دیں، حالانکہ اللہ کو اپنے نور کی تکمیل کے سوا ہر بات نامنظور ہے، چاہے کافروں کو کتنا ہی ناگوار ہو۔'' (۹:۳۲)،

☆ ''اور اعلان کر دو کہ حق آ گیا ہے اور باطل مٹ گیا۔ بلاشبہ باطل تو ہے ہی مٹنے کے لیے۔'' (۱۷:۸۱)،

☆ ''اللہ (فیصلہ) لکھ چکا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور بہ ضرور غالب آ کر رہیں گے۔ بلاشبہ اللہ زورآور اور زبردست ہے۔'' (۵۸:۲۱)

☆ 'اہلِ حق' کا سرپرست اللہ ہے جبکہ 'اہلِ باطل' غیر اللہ (یعنی طاغوت یا شیطان) کی زیرِگرانی پلتے ہیں۔ ان ''غیر ہم خیال و غیر متفقہ'' گروہوں کی ایک ہی معاشرے میں ساتھ ساتھ زندگیاں بسر کرنے کے باوجود، دونوں کی سوچ سمجھ، دوڑ دھوپ، طرزِ زندگی اور کامیابی و ناکامی کے 'امتیازی نشانات' کلّی طور پر 'الگ لگ' ہوتے ہیں۔ اہلِ حق 'اللہ کا گروہ' ہیں اور اہلِ باطل 'شیطان کا جتھہ' قرار پاتے ہیں۔

☆ ''......اللہ ان (اہلِ حق) سے راضی ہو گیا ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں۔ یہی تو ہے اللہ کا گروہ۔ یاد رکھو بلاشبہ اللہ کا گروہ ہی کامیاب رہنے والا ہے۔'' (۵۸:۲۲)

☆ ''اُن (اہلِ باطل) پر شیطان مسلّط ہو چکا ہے، پس اُس نے انہیں اللہ کی یاد بھلا دی ہے۔ یہی تو ہے شیطان کا جتھہ۔ یاد رکھو بلاشبہ شیطان کا جتھہ ہی ناکام و نامراد رہنے والا ہے۔'' (۵۸:۱۹)

حق کی چربہ سازی میں، باطل کا نظام بھی تین ستونوں پر استوار ہوتا ہے:

(۱) سیاسی و عسکری، (۲) معاشی، (۳) فکری و روحانی

تاریخِ عالم گواہ ہے کہ باطل، حق کو معاشرے سے رفتہ رفتہ خارج کر کے ان تینوں

ستونوں کو ترقی دیتا جاتا ہے اور اِن کی 'مشترکہ طاقت' کو بے انتہاء بلندی پر پہنچا دیتا ہے۔ اس دوران، حق کو باطل کے ساتھ شدید 'خلط ملط اور گڈ مڈ' کرکے اس کا حلیہ ہی بگاڑ دیا جاتا ہے۔ 'شیطانی زہر کے ڈسے' ہوئے مدہوش لوگ 'پیمانۂ حق' کو بھلا کر، جلد ہی اس کی کھوج کو بھی 'غیر ضروری' قرار دے دیتے ہیں۔ نتیجتاً معاشرے میں اسلام اجنبی و غیر مقبول بن جاتا ہے۔ پس ماضی کے اہلِ حق، حال کے 'اہلِ باطل' بن جاتے ہیں اور نیابتِ الٰہی (یعنی اللہ کی زمین پر اللہ کے احکامات کے نفاذ) کے لیے برپا کیا گیا گروہِ شرفِ انسانی نہ صرف اللہ کے احکامات کا صریح نافرمان بن جاتا ہے بلکہ 'حق و ایمان کی جڑ کاٹنے کے لیے شیطان کا قابلِ اعتماد آلۂ کار' بھی بن جاتا ہے۔ چنانچہ آفاقی قوانینِ عروج و فلاح کے وارث اہلِ حق، معاشرے میں 'موذی جانور' سے بھی زیادہ قابلِ نفرت و کراہت تصوّر کیے جاتے ہیں۔ حق کی اطاعت کرنا، ہنسی اور گالی سے گذر کر گولی کھانے کے مترادف بن جاتا ہے۔ اہلِ حق کی جان، مال و عزّت 'باقاعدہ' قانون سازی یا قبائلی، گروہی یا عالمی قوانین کی بدولت 'مباح بلکہ قابلِ گرفت' بنالی جاتی ہے اور پھر روئے ارض پر ان کے لیے کوئی جائے امان نہیں بچتی۔ اس طرح حق کو بے دخل کرکے، باطل پورے طمطراق سے 'اسی کے' عالی مقام پر قبضہ جمالیتا ہے۔ قرآن عالی شان گواہ ہے کہ یہی وہ مقام ہوتا ہے جب بامِ عروج پر پہنچی قوموں میں فکر، علم و عمل کی گنگا اُلٹی بہہ نکلتی ہے اور نام نہاد ترقّی و جدیدیت کا جادو سر چڑھ کر بول پڑتا ہے۔ عین اسی وقت، طاغوتی قوّت اپنے 'دیرینہ خواب' (یعنی اہلِ حق کے پرخچے اُڑا کر کامل شیطانی راج کے نفاذ) کی تعبیر کے لیے آخری 'انتہائی قدم' اُٹھا کر عذابِ الٰہی کو دعوت دے بیٹھتی ہے۔

کریم اللہ نے پورے قرآن عالی شان میں ایک نہیں بلکہ دو مرتبہ ان تینوں طاقتوں کی غیر معمولی 'شخصی نشاندہی' فرما کر 'شیطانی مثلّث' کا اِس شان سے انکشاف فرمایا ہے کہ اس جیسی 'سہ گانہ شخصی نشاندہی' کی کوئی اور نظیر پورے کلام اللہ میں موجود نہیں ہے:

''اور (ہلاک کیا ہم نے) قارون اور فرعون اور ہامان کو............'' (۳۹:۲۹)

''اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو اپنی نشانیوں اور کھلی سند کے ساتھ فرعون اور ہامان اور قارون کی طرف بھیجا............'' (۲۴:۴۰)

چونکہ قرآن عالی شان محض تاریخی کتاب نہیں ہے بلکہ یہ اَن گنت دیگر صفات کے علاوہ، بیک وقت تاریخی، علمی، فکری و انقلابی کلام ہے جس سے ہر دور کا ''حاجت مند قاری'' کامل راہنمائی حاصل کرتا ہے۔ اِس آفاقی تناظر میں فرعون، قارون اور ہامان تاریخی شخصیات ہونے کے ساتھ ساتھ بالترتیب (۱) سیاسی و عسکری، (۲) معاشی، (۳) فکری و روحانی طاقتوں کی ''شخصی علامت'' کی حیثیت میں بھی بے نقاب ہو جاتے ہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)

آگے بڑھنے سے پہلے ایک دلچسپ حقیقت کا اظہار ضروری ہے کہ آج کے نام نہاد ترقی یافتہ دور میں بھی ہو بہو انہی تینوں ''زمانۂ پتھر'' کے ستونوں کا نظام پوری سج دَھج سے دوبارہ قائم ہو چکا ہے۔ (۱) سیاسی حاکمِ ریاست، عسکری لگام اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے؛ صدرِ پاکستان اور امریکہ وغیرہ، فرعون کی طرح ''سپریم کمانڈر آف آرمڈ فورسز'' بھی ہوتا ہے، (۲) قارونی 'معیشت' کا قلمدان، پہلے کی نسبت آج اور زیادہ اہمیت کا حامل سمجھا جاتا ہے، (۳) ہامانی 'فکری و روحانی' طاقت کل کی نسبت آج غلامانہ نظامِ تعلیم، بے ہنگم میڈیا، عجوبہ بیانیہ سازی اور بے لگام سائنس و ٹیکنالوجی کی بدولت 'قیامت خیز مقام' پا چکی ہے (خشتِ اوّل کے آغاز میں اس جہت پر اظہارِ خیال کیا جا چکا ہے اور یہ مختصر مضمون مزید تفصیلات کا متحمّل نہیں ہو سکتا)۔

عصرِ حاضر میں کرّۂ ارض پر ایک طائرانہ نگاہ اور عالمِ اسلام پر دردمندانہ نگاہ ڈالنے سے یہ راز فاش ہو جاتا ہے کہ 'شیطانی قوّت' انہی تینوں ستونوں کی مشترکہ طاقت کو ترقی دے کر بامِ عروج پر پہنچ چکی ہے اور دکھوں کی ماری عالمگیر انسانیت پر اب ملحمۃ الکبریٰ (Armageddon) اور تیسری جنگِ عظیم کے بھیانک عذاب کا 'عنقریب نزول' نوشتۂ دیوار دکھائی دیتا ہے۔ مزید برآں قدیم منصوبۂ خداوندی کے مطابق، اِن فتنوں اور حشر سامانیوں کی آخری نوک پلک سنورتے ہی ''سب سے بڑا شیطانی ہرکارہ''، یعنی مسیحِ دجّال، 'انسانی صورت' میں ظاہر ہو کر، عالمگیر انسانیت کو دفعتاً اپنی لپیٹ میں جکڑ لے گا جس کی انتہاء ''دعویٔ نبوّت و دعویٰ ربوبیت'' ہو گی۔

☆ ''دجّال سب سے پہلے دعویٰ کرے گا کہ میں نبی ہوں جبکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے، پھر وہ دعویٰ کرے گا کہ میں تمہارا ربّ ہوں، حالانکہ تم مرنے سے پہلے اپنے ربّ کو نہیں دیکھ سکتے، وہ کانا ہو گا حالانکہ تمہارا ربّ کانا نہیں ہے، اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان (پیشانی پر)

ک،ف،ر (یعنی کافر) لکھا ہوگا‘‘ (ابنِ داؤد، ابنِ ماجہ)۔

ضمناً عرض ہے کہ اس حدیث کا گہرا مطالعہ انکشاف کرتا ہے کہ ایک آنکھ یا ’کانا‘ کی انتہائی معنی خیز اصطلاح ’علامتاً‘ استعمال ہوئی ہے۔

’’شیطانی قوّت‘‘ کی پشت پناہی میں پروان چڑھتے دجّالی فتنے کے مندرجہ ذیل تین تدریجی مراحل بہت سے ’’پُر تدبّر ذہنوں‘‘ کو جلا بخشیں گے:

(۱) حق و باطل اور سچ و جھوٹ کے درمیان امتیاز اور تفریق ختم کردی جائے گی۔

(۲) باطل کو حق اور جھوٹ کو سچ باور کروایا جائے گا۔اس طرح باطل کو حق کا ’’جائز‘‘ قائم مقام بنانے کی ہر ممکنہ ذہن سازی اور عملی تدبیر کی جائے گی۔

(۳) باطل پر بالجبر عمل کروایا اور حق پر عمل سے بالجبر روکا جائے گا۔اس دور میں دینِ حق پر چلنا، جلتے انگارے کو ہاتھ میں پکڑنے جیسا ہوگا۔(ترمذی)

عصرِ حاضر کی گتھی سلجھانے اور معاملاتِ عالم کی جامع تفہیم کی حکمتِ عملی نمبر 1

قرآنی نقطوں کو جوڑ کر عظیم تر تصویر بنانا۔شیطانی نظام کا تکونی ڈھانچہ

تدبّر فی القرآن سے واضح ہو جاتا ہے کہ شیطانی نظام ایک جامع اور مربوط تکونی ڈھانچے پر مشتمل ہے اور روزِ ازل سے حق کے خلاف انتہائی متحرک ہے۔شیطانی ڈھانچے کا پہلا کونہ ’’شیطانِ لعین‘‘ خود ہے جس نے نسلِ انسانی کو آفاقی ہدایت و اَبدی فلاح کے راستے سے بھٹکا کر ’’اپنی بندگی‘‘ کے راستے، جہنم کا ایندھن بنا ڈالنے کا پکا ارادہ کررکھا ہے۔

☆ ’’............میں (شیطان) قسم اُٹھاتا ہوں کہ میں ان کے لیے آپ (اللہ) کی سیدھی راہ (صراطِ مستقیم) پر بیٹھوں گا پھر ان پر سامنے سے اور پیچھے سے بھی حملہ کروں گا اور ان کی داہنی اور بائیں سمت سے بھی حملہ آور ہوں گا اور آپ ان (انسانوں) میں سے اکثریت کو (اپنا) ناشکرا پائیں گے۔‘‘ (۷:۱۶۔۱۸)

☆ ’’اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا، یہ جِنّوں میں سے تھا۔اس نے اپنے ربّ کی نافرمانی کی۔کیا تم پھر بھی مجھے چھوڑ کر اسے اور اس کی اولاد کو اپنا دوست بنارہے ہو؟ حالانکہ وہ تم سب کا کھلا دشمن ہے............‘‘ (۱۸:۵۰)

شیطانی ڈھانچے کا دوسرا کونہ ''عصری شیطانی سالار'' ہوتا ہے۔ مشیتِ الٰہی سے شیطانِ لعین اگرچہ کچھ عرصے کے لیے جسدِ انسانی میں ظہور کرسکتا ہے۔[لیکن جب (غزوۂ بدر کے دن) دونوں جماعتیں نمودار ہوئیں تو (شیطان) اپنی ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹ گیا اور کہنے لگا میں تم سے بری ہوں، میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے۔۔۔۸:۴۸] مگر اسے ہر دور میں اپنے ''سفلی پروگرام'' کی تکمیل کے لیے ایک ''کل وقتی عصری سالار'' کی ضرورت ہوتی ہے۔ قرآن عالی شان میں مذکورہ فرعون، سامری، جالوت اور ابولہب وغیرہ اسی شیطانی قبیل سے تعلق رکھتے تھے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

شیطانی ڈھانچے کا تیسرا کونہ ''حزب الشیطان، ذرّیاتِ شیطان، یا دوستانِ شیطان (یعنی شیطانی جتھہ)'' ہوتا ہے۔

☆ ''وہ لوگ جو ایمان والے ہیں، جنگ کرتے ہیں اللہ کی راہ میں۔ اور جو کافر ہیں، وہ جنگ کرتے ہیں طاغوت کی راہ میں۔ پس تم جنگ کرو شیطان کے دوستوں کے خلاف۔ یاد رکھو شیطان کی (ہر) چال بلاشبہ بودی اور کمزور ہوتی ہے۔'' (۴:۷۶)

دنیاوی مفادات کے لیے انسانوں کی کثیر تعداد اپنے گلے میں بآسانی ''شیطانی پٹہ'' پہن لیتی ہے اور حق کے خلاف اپنا تن، من، دھن کھپا کر انجامِ کار جہنم کا ایندھن بننے کو ''بخوشی تیار'' ہو جاتی ہے۔ صحیح بخاری کی ایک حدیثِ مبارکہ کے مطابق ''ہر ایک ہزار میں سے ۹۹۹ لوگ جہنمی ہوں گے''۔ قربِ قیامت (آخرالزمان) میں ان جہنمیوں کی آخری کھیپ میں ''یاجوج و ماجوج'' کی بڑی بھاری تعداد شامل ہو جائے گی۔ یاجوج ''شعوری باغی'' ہیں جو ایک ''سوچے سمجھے منصوبے اور نپے تلے پروگرام'' کے تحت اس کرّۂ ارض پر حکومتِ الٰہیہ کی جگہ ''شیطانی حکومت'' قائم کرنے کے درپے ہیں، جبکہ ماجوج ''لاشعوری باغی'' ہیں جو محض ''ذاتی و مادّی مفاد کی خاطر بغیر سوچے سمجھے'' ایک مشین کے کل پرزوں کی طرح اسی ''شیطانی مشن'' کی تکمیل میں اپنی ساری حیاتیاتی توانائیاں کھپا دیتے ہیں۔ اس ''گروہِ خسران'' میں بلاتخصیص ہر رنگ، نسل، قوم اور مذہب (بشمول عالمِ اسلام) کے بے شمار جن و انس شامل ہیں جو اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی کھلی نافرمانی و بغاوت کے راستے سے جہنم کو پانے کے لیے ''نہایت سرگرم جدّ و جہد'' کر رہے ہیں۔

☆ ''آپ فرمائیں: کیا ہم بتادیں کہ اپنے اعمال کے اعتبار سے سب سے زیادہ ناکام و نامراد کون ہیں؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کی تمام جدّ و جہداس دنیا کی زندگی کے پیچھے برباد ہوگئی اور وہ یہی سمجھتے رہے کہ وہ بڑے اچھے کام کررہے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے ربّ کی آیات اوراس کی ملاقات کا (عملاً) انکار کر دیا۔ پس ان کے سارے اعمال اکارت گئے اور روزِ قیامت ہم ان (کے اعمال) کا ذرا بھی وزن قائم نہ کریں گے۔'' (۱۸:۱۰۳-۱۰۵)

خبر دار رہیں! قرآن عالی شان ہر ایک کے لیے گوناں گوں معلومات کی کتاب ہوسکتی ہے مگر تا قیامت ''ربّانی فیصلہ'' ہے کہ یہ کتابِ رشد و ہدایت صرف متّقین کے لیے ہے (هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ۲:۲)۔ چنانچہ اَنجانے میں جہالت، تفرقہ بازی، فکری مغالطے اور عصبیّت کے مہلک پھندوں میں پھنسے بظاہر ''عقلِ کُل افراد'' ہوں یا بازوئے باطل بننے والے گروہِ خُسران، ان میں سے ایسے ''خوش بخت'' جوحق کی آواز پر لبیک کہہ اُٹھنے کی جرأتِ زندہ رکھتے ہیں، ان کے لیے کریم اللہ کا ''بشارت بھرا مراجعتِ حق کا عملی پروگرام'' موجود ہے:

☆ ''اے ایمان والو! اگر تم اللہ کے ساتھ تقویٰ کی روش اختیار کروگے تو وہ تمہیں (حق و باطل کی) تمیز عطا فرما دے گا، اور تم سے تمہارے گناہ جھاڑ دے گا اور تمہیں بخش دے گا، اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔'' (۸:۲۹)

جان لیں! تقویٰ ''اللہ سے ڈرنا'' جیسے معروف مفہوم سے آگے بڑھ کر ایسے ''ابدی عقیدے اور غیر متزلزل فکر'' کو اختیار کرنا ہے کہ جس میں محض ''اللہ'' کے رُعب و جلال کا غلبہ اور کامل اطاعت کا داعیہ ہو اور ماسوا اللہ، ہر (دنیاوی و طاغوتی) طاقت کی مرعوبیت اور اطاعت کا ''بلا خوف انکار'' ہو۔

ے شان آنکھوں میں نہ جچتی تھی جہانداروں کی
کلمہ پڑھتے تھے ہم چھاؤں میں تلواروں کی (علامہ اقبال)

عصرِ حاضر کی گتھی سلجھانے اور معاملاتِ عالم کی جامع تفہیم کی حکمتِ عملی نمبر 2

مثبت پہچان کا قرآنی پیمانہ (آفاقی اظہارِ حق کی ربّانی سنّت)

کریم اللہ نے اَنفس و آفاق میں اَن گنت نشانیاں اس ربطِ کمال سے منظّم کر رکھی ہیں

کہ ہر نشانی اِس ''یکتا حقیقت'' کی مظہر ہے کہ اللہ وحدہٗ لاشریک ہی اس کائنات کا تنہا مالک، خالق، منصوبہ ساز اور پالنہار ہے۔ عین اسی طرح، قرآن عالی شان کے تمام مضامین و مذکورہ حقیقتیں ایک دوسرے سے مربوط اور اٹوٹ انگ ہیں جبکہ اِن میں کسی ردّ و بدل یا تحریف کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑی گئی۔ آفاقی اظہارِ حق کی ''غیر متزلزل، مربوط اور ہم رنگ ربّانی سنت'' کو اس مضمون میں ''مثبت یا غیر مبہم پہچان'' قرار دیا جائے گا۔

☆ ''باطل اِس (قرآن عالی شان) میں نہ سامنے سے داخل ہوسکتا ہے اور نہ ہی پیچھے سے۔'' (۴۱:۴۲)

☆ ''ہم نے ہی اس ذکر (یعنی قرآن عالی شان) کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔'' (۱۵:۹)

آفاقی اظہارِ حق کی اسی ''مثبت سنت'' کے مطابق، نبی آخر الزمان ﷺ پر ختم ہونے والے طویل سلسلۂ انبیاء میں سے ہر پیغمبر ''ایک اللہ اور اس تک رسائی کے لیے'' یکتا صراطِ مستقیم'' کا تعارف کروانے کے لیے مستقل ''ایک ہی ربّانی پیغام'' لے کر مبعوث ہوا:

☆ ''اور ہم نے آپ (ﷺ) سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے، اُن کی طرف (بھی) یہی وحی فرماتے رہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے، پس تم میری ہی عبادت کیا کرو''۔ (۲۱:۲۵)

تورات و انجیل جیسے اِلہامی صحیفوں میں نبی آخر الزمان ﷺ کی واضح خبر و نشانیوں کی بدولت مدنی علمائے یہود بھی آپ ﷺ کی ''مثبت پہچان'' رکھتے تھے:

☆ ''جنہیں ہم نے کتاب عطا فرمائی، وہ اس (آخری نبی ﷺ اور حق) کو اسی طرح پہچانتے ہیں جیسا کہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں، البتہ ان میں سے ایک گروہ ہے جو جان بوجھ کر حق کو چھپاتا ہے۔'' (۲:۱۴۶)

چنانچہ ''مثبت پہچان'' کے قرآنی پیمانے کا ''منطقی تقاضا'' یہی ہے کہ ''الفرقان'' کے ذریعے حق، باطل سے چھانٹ کر الگ واضح ہو جائے۔

☆ ''...... ہدایت کا راستہ گمراہی سے ممتاز ہو کر واضح ہو چکا ہے۔۔۔'' (۲:۲۵۶)

احادیثِ رسول ﷺ کی ''مثبت پہچان'' یہ ہے کہ اِن میں ''قرآنی تفسیر اور نبوی تصویر''

ہم آہنگ ملیں گے جو کہ اَبدی راہنمائی کا حتمی سرچشمہ ہیں:

''میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔تم اس وقت تک گمراہ نہیں ہوگے جب تک کہ انہیں مضبوطی سے تھامے رکھوگے: ایک کتاب اللہ (قرآن عالی شان) اور دوسری میری سنت۔''(مؤطا امام مالک)۔

مزید برآں حق کی ''مثبت پہچان'' سچائی، خیر خواہی، انصاف اور شریعت سے ہوتی ہے، جبکہ باطل کی ''غیر مبہم پہچان'' جھوٹ، بے حیائی، عدمِ مساوات اور ظلم واستحصال سے ہوتی ہے۔ حق ''توحید، امن وآشتی اور فلاحِ انسانی'' کا آفاقی علمبردار ہوتا ہے جبکہ باطل ''شرک، بحرو بر میں فساد (یعنی فساد فی الارض) اور ضلالتِ انسانی'' کی پاتال گہرائیوں میں گرا کر دم لیتا ہے۔

ے نہ خوف پرسشِ محشر ، نہ فکر روزِ حساب
بشر گناہ پہ آئے ، تو بے حساب کرے

(کنور مہندر سنگھ بیدی سحر)

عصرِ حاضر کی گتھی سلجھانے اور معاملاتِ عالم کی جامع تفہیم کی حکمتِ عملی نمبر 2

مثبت پہچان کا قرآنی پیمانہ (بنیادی فکری اساس)

قرآنی اسباق ''زمان ومکان'' کی حدود وقیود سے ماورا ہوتے ہیں۔اسی لیے زندہ و جاوید قرآن عالی شان ہر دور کے پیچیدہ وجدید ترین مسائل کے لیے بھی پوری آب وتاب سے کامل راہنمائی فراہم کرتا ہے۔انسانی سوچ وفکر اور عمل جب تک ''وحیٔ الٰہی'' کے تابع فرمان رہتے ہیں، کریم اللہ کی نصرت و دستگیری شاملِ حال رہتی ہے اور ''آفاقی قانونِ عروج و کمال'' کے سنگھاسن پر تمکنت نصیب رہتا ہے۔البتہ اکثر نفس اور شیطان کے دلکش پھندوں میں پھنس کر انسانی سوچ وفکر اور عمل ''وحیٔ الٰہی'' سے ہٹ کٹ جاتے ہیں۔نتیجتاً گروہِ انسانی کا عظیم انبوہ چند روزہ زندگی کی عارضی دنیاوی منفعت کو ''معبودیت'' کے بلند ترین مرتبے پر فائز کر بیٹھتا ہے، گویا اپنے حلفیہ دشمن (شیطانِ لعین) کے غلیظ ہاتھوں میں اپنی ''فکری وعملی لگام'' پکڑا کر مطمئن ہو جاتا ہے۔

خبردار رہیں؛ اس یقینی تباہی اور اپنے ہاتھوں خودکشی پر راضی انسانوں کی ''حتمی فلاح و کامیابی'' کا پکّا لائسنس صرف اور صرف ''کامل اتباعِ قرآن وسنت'' سے نصیب ہوتا ہے۔اہم

ترین نکتہ یہ ہے کہ جب کریم اللہ کے ہاں دین (یعنی طرزِ زندگی یا نظامِ حیات) محض ''اسلام'' ہی قابلِ قبول ہے (۱۹:۳)، اسلام میں پورے کے پورے داخلے کا بے لچک ربّانی مطالبہ ہے (۲۰۸:۲) اور اِتمامِ نعمت (۳:۵) وختمِ نبوّت ﷺ (۴۰:۳۳) جیسے آفاقی مراحل طے ہو چکے ہیں، تو پھر جو بھی ''دنیاوی یا اُخروی نجات'' کا کوئی دوسرا راستہ چننے کی جسارت کرے گا تو اس کی ناکامی پر ''ابدی مہر'' ثبت رہے گی۔

☆ ''جو شخص اسلام کے سوا کوئی دوسرا دین (طرزِ زندگی، بودوباش یا تمدّنی ترجیح) اختیار کرنا چاہے گا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں ناکام ونامرادلوگوں میں شامل ہوجائے گا۔'' (۸۵:۳)

کریم اللہ نے ''قانونِ عروج وکمال'' کو بھی انفرادی خیال آفرینیوں کے لیے بے لگام نہیں چھوڑا اور خیرِ اُمت (۱۱۰:۳) کے لیے اسے بھی طے فرمادیا ہے۔

☆ ''یہ (اہلِ حق) وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار عطا فرمائیں تو وہ الصلوٰۃ اورالزکوٰۃ (کے نظام) قائم کریں گے، نیکیوں (یعنی معروف کاموں) کا حکم دیں گے اور برائیوں (منکرات) سے روکیں گے..........'' (۴۱:۲۲)

طویل فکری بحث کو مختصر الفاظ میں سموئیں تو ''چند رکعتی نمازوں اور صدیوں سے ایک طے شدہ شرح پر مبنی خیرات'' کے معروف فہم سے بڑھ کر، ''الصلوٰۃ اور الزکوٰۃ''، مخلوقِ جن وانس کی کلّی جسمانی، نفسیاتی، روحانی اور معاشی ضروریات کو پورا کرنے والے ''کامل نظامِ حیات'' ہیں۔ نظام الصلوٰۃ: انسانی مزاج، رویوں اور جدّوجہد کو ربّانی چاہت اور نبوی رنگ میں ڈھالنے کا ''کل وقتی پروگرام'' ہے جبکہ نظام الزکوٰۃ: انسانی محنت وآمدن کی پاکیزگی اوران کے قرآن وسنت کے مطابق موزوں استعمال کا ''جامع لائحۂ عمل'' ہے۔ ان دوگانہ مگر باہمی اٹوٹ انگ نظاموں کو قائم کرنا جہاں ''خیرِ اُمت'' کا ''نصب العین'' ہے، وہیں کریم اللہ کی ''یقینی نصرت ودستگیری'' کا نسخہ کیمیا بھی ہے۔

؎ یہ شہادت گہ اُلفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آساں سمجھتے ہیں مسلماں ہونا (علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

عصرِ حاضر کی گتھی سلجھانے اور معاملاتِ عالم کی جامع تفہیم کی حکمتِ عملی نمبر 2

مثبت پہچان کا قرآنی پیمانہ (زمانۂ ماضی یا مستقبل کا آئینہ)

آج کے پر آشوب اور گنجلک دور کے لیے قرآن عالی شان کی اَن گنت نورانی روشنیوں میں سے ایک پر ''گہرا تدبّر'' کرنے سے جہاں زبردست براہان وراہنمائی نصیب ہوگی وہیں بہت سارے فتنہ انگیز سازشی ٹولوں اور فکری ہیرا پھیریوں سے بھی بہ آسانی نجات مل جائے گی۔ یہ پہلے زیرِ بحث لایا جاچکا ہے کہ قرآنی اسباق ''زمان ومکان'' کی حدود وقیود سے ماورا ہوتے ہیں۔ اس کی زندہ تفسیر کے لیے جب ہم سورۃ البقرہ کی محض آٹھ آیاتِ مبارکہ (۲۴۶ سے ۲۵۳) پر تدبّر کرتے ہیں تو الحمدللہ زمانۂ ماضی کے آئینے میں مستقبل کا واضح نقشہ اُبھر کر سامنے آجاتا ہے۔ کریم اللہ ''حضرت طالوت، جالوت اور حضرت داؤدؑ'' کا تاریخی قصہ ایسی شان سے بیان فرماتا ہے کہ مستقبل قریب میں دوہرائی جانے والی ''تین شخصی داستان'' بھی کھلی آنکھوں سے دکھائی دینے لگ جاتی ہے۔ مضمون کی طوالت کے احتمال سے قصّے کے تاریخی پس منظر کو حذف کرکے ہم ان آیاتِ مبارکہ کی روشنی میں ''مستقبل کے منظر نامے'' کو مختصراً سمجھنے کی کوشش کریں گے (قارئین گہرے فہم کے لیے آیت بہ آیت قرآنی ترجمہ کو ملحوظِ خاطر رکھیں)۔

۲:۲۴۶: حضرت طالوت کے دورِ نبوت میں بنی اسرائیل کی ''جہاد'' سے ایسے جان جاتی تھی جیسے عصرِ حاضر میں مسلم اور غیر مسلم دونوں برابر چڑتے ہیں۔ ''حضرت سیّدنا مہدی'' کو اُمتِ محمدیہ ﷺ کے طالوت سمجھیں تو ''زبردست قائدانہ بحران'' میں دونوں بزرگ ہستیاں ''نظریۂ جہاد کی بحالی'' کی علامت دکھائی دیتی ہیں۔ حضرت طالوت کی طرح، سیّدنا مہدی کے دور کے زمینی حقائق نہ صرف مسلمانوں کے برخلاف ہوں گے بلکہ مسلمان عین اسی طرح دربدر بھی ہوں گے۔ آج نقشۂ عالم پر نگاہ دوڑائیں تو پوری دنیا میں تقریباً آٹھ کروڑ مہاجرین اور بے گھر مظلومین کی تعداد تاریخی اعتبار سے بدترین جنگِ عظیم دوم سے بھی بدتر ہے اور بدقسمتی سے ان میں مسلمانوں کی عظیم اکثریت ہے۔

۲:۲۴۷: حضرت طالوت کو اللہ کی طرف سے جیسے ''علمی اور جسمانی طاقتیں'' عطا ہوئی تھیں، ایسے ہی سیّدنا مہدی بھی انہی دونوں طاقتوں کے زبردست مظہر ہوں گے۔ طالوتی صورتحال کے

عین مطابق، چیدہ افراد کے سوا مسلمانوں میں بھی سیّدنا مہدی کے مخالفین بھاری تعداد میں ہوں گے۔حتیٰ کہ علمائے سو کی طرف سے سیّدنا مہدی کے خلاف ''جہاد کا فتویٰ'' داغ دینے اور بہت سے لوگوں کا ''خلافِ مہدی خروج'' بعید از قیاس نہیں ہے۔البتہ 'قلیل اہلِ حق' کثیر رکاوٹوں کے باوجود اپنے نورِ بصیرت کی بدولت سیّدنا مہدی کے پرچم تلے جمع ہو جائیں گے۔

۲:۲۴۸: حضرت طالوت کی 'مثبت پہچان' کے لیے 'معجزاتی بندوبست' کی طرح، احادیثِ مبارکہ کے مطابق، سیّدنا مہدی کی خلافت کا حرمِ بیت اللہ کے اندر 'غیبی اعلان' فرمایا جائے گا۔ سیّدنا مہدی، نبی آخر الزمان ﷺ کی بابرکت اولاد (حسن وحسینی شجرہ) سے ہوں گے اور وہ خصوصی روحانی طاقتوں کے امین بھی ہوں گے۔

۲:۲۴۹: جالوت غیر معمولی طاقت کا حامل بہت بڑا فتنہ تھا۔اس کو مستقبل کے تناظر میں ''دجّالِ اکبر'' تسلیم کریں تو بنی نوعِ انسان کے لیے تا قیامت فتنوں کی چوٹی دکھائی دے گی۔ جیسے طالوتی لشکریوں کی اکثریت ''دریا کے امتحان'' میں ناکام ہوگئی، اسی طرح دورِ دجّال میں بھی ''دریا کے امتحان'' میں سے گذرنا پڑے گا اور قرآنی منظرنامے کی طرح، مسلم اکثریت اس امتحان میں ناکام ہو جائے گی۔صحیح مسلم کی روایت کے مطابق دجّال آگ اور پانی کے دریاؤں کا زبردست جھانسہ دے گا۔الحمدللہ نبوی راہنمائی موجود ہے کہ ''اہلِ حق آگ (یعنی تباہی و بربادی) کے دریا کو قبول کرلیں'' کہ (ظاہر کے برخلاف) یہ ابراہیمی آزمائش کی طرح ''سلامتی وکامیابی بھری'' ہوگی۔مزید برآں سیّدنا مہدی کی ولولہ انگیز قیادت کے باوجود، اکثر جانثاران ''دجّالی افواج (جن کی کمان یہودیوں کے پاس ہوگی)'' کے جنگی وسائل سے گھبرائیں گے۔ نتیجتاً وہ کبھی ''نظریہ ضرورت'' کی آڑلیں گے اور کبھی ''حربی اسباب کی کمی'' کا بہانہ کریں گے۔ البتہ مہدی سپاہ کے ''گنے چنے صاحبانِ استقلال''، قلیل طالوتی لشکریوں کی طرح، بڑے دشمن کے خلاف سینہ تان لیں گے۔

۲:۲۵۰: تمام ظاہری و مادّی اسباب کے سخت فقدان کے باوجود، ''مہدی سپاہ''، اللہ پر کامل بھروسہ کر کے زبردست دجّالی افواج کا سامنا کرے گی۔

۲:۲۵۱: اُمتِ محمدیہ ﷺ کے داؤدؑ ''حضرت عیسیٰ'' کو شناخت کیا جائے تو یہ آیت مبارکہ بہت

سے مستقبل کے حقائق کو بے نقاب کر دیتی ہے:

ا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، معرکہ حق و باطل کے ''انتہائی آخری لمحات'' میں نبی کی بجائے، اُمّتی کی حیثیت میں اچانک نمودار ہوں گے، فتنوں کی چوٹی (یعنی دجّالِ اکبر) کو قتل کر دیں گے اور انسانیت کو ہلاکت خیز ''فساد فی الارض'' سے نجات دلائیں گے۔ ساتھ ہی زیرِ بحث قرآنی منظرنامے اور احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں مسلم اقتدار سیّدنا مہدی سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو منتقل ہو جائے گا۔

ب۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام ''ایک ہی ہلاکت خیز وار'' سے بابِ لدّ کے پاس دجّالِ اکبر کو جہنم رسید فرما دیں گے۔ احادیثِ مبارکہ میں دجّال کے ''لد'' کی طرف بے تحاشہ بھاگنے کا تذکرہ بھی نہایت معنی خیز ہے۔ اوّلاً: دجّال برطانیہ اور امریکہ کے بعد، تیسری اور آخری دجّالی ریاست یعنی اسرائیل سے ''عالمی حکومت'' قائم کر چکا ہوگا، اس لیے اپنے پایۂ تخت کے بظاہر ''مضبوط ترین حصار'' میں چھپنے کے لیے بھاگے گا۔ ثانیاً: لد کے قریب جدید ترین بین گورین انٹرنیشنل ائرپورٹ بنایا گیا ہے جو ''امریکہ سے باہر نزدیک ترین علاقے میں اکلوتا ایسا ائرپورٹ ہے جہاں خلائی گاڑی اڑان بھر سکتی ہے''۔ قیاس ہے کہ وہاں ''خلائی گاڑی'' موجود ہوگی تاکہ دجّال کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ''ہلاکت خیز دسترس'' سے دور اڑا کر، لاکھوں ڈالروں سے تیار شدہ ''انٹرنیشنل سپیس اسٹیشن وغیرہ'' میں بحفاظت پہنچا دیا جائے (خلائی پروگرام کی بحث کو ''خشتِ آخر'' تک مؤخر کرتے ہیں)۔

ج۔ جیسے حضرت داؤد علیہ السلام کو ''حکومتِ الٰہیہ'' عطا ہوئی، ایسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پوری دنیا پر ''حکومتِ الٰہیہ'' قائم فرمائیں گے۔

د۔ اس منظرنامے میں نجات دہندہ (یعنی حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام) دونوں نہ صرف بنی اسرائیل ہی کے نبی تھے بلکہ ''صرف انہی دونوں انبیاء نے'' اپنی قوم پر ان کے کرتوتوں کے عوض لعنت بھیجی ہے۔ کئی اقوامِ عالم پر عذابِ الٰہی کا تذکرہ ہونے کے باوجود، ''مہر و رحمت کے فرستادوں'' سے اپنی ہی قوم پر پھٹکار کی ایسی کوئی دوسری مثال قرآن عالیشان میں موجود نہیں ہے۔ حسبِ دستور یہ معاملہ اتفاقی نہیں بلکہ قدیمی اور پرحکمت ہے۔ چنانچہ یہ قرآنی

''مثبت پہچان'' کے علاوہ زیرِ بحث منظرنامے اور قومِ یہود کے خلاف الہامی فردِ جرم کی ''غیرمبہم تصویر'' ہے۔

''بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے حق کا انکار کیا ان پر داؤد (علیہ السلام) اور عیسیٰ ابن مریم (علیہ السلام) کی زبان سے لعنت کی گئی۔ یہ سب اس وجہ سے ہوا کہ وہ سرکش اور نافرمان ہوکر حد سے بڑھ گئے تھے۔'' (۵:۷۸)

ر۔ کریم اللہ نے ''فساد فی الارض'' کی صفت کو بنی اسرائیل پر واضح طور پر 'چسپاں' کیا ہے اور ان پر وقتِ معینہ پر ''حتمی عذاب کا نزول'' مستقبل قریب کا ایک ''ابدی فیصلہ'' قرار دیا ہے (۱۷-۲:۸)۔ سورۃ البقرہ کی اس آیت مبارکہ (۲:۲۵۱) میں کریم اللہ نے اپنی ''آفاقی سنت'' کا اعادہ کیا ہے کہ جب بھی کوئی باغی و سرکش قوم (زیرِ بحث تناظر میں قومِ یہود) روئے ارض پر حاوی ہوکر ''فساد فی الارض'' مچاتی ہے، تو پھر کریم اللہ کسی دوسری قوم سے ٹکرا کر اسے تہس نہس فرما دیتا ہے اور ''اِصلاح فی الارض'' کا سامان مہیا فرماتا ہے۔ چونکہ اللہ اپنی سنت نہیں بدلتا، اس لیے موجودہ دگرگوں ماحولیاتی اور تباہ کن زمینی حالات کا ''عنقریب ہلاکت خیز اختتامیہ'' نوشتۂ دیوار بن چکا ہے۔ ابتداء سے تاریخ کا بغور مطالعہ کریں تو اقوامِ عالم میں یہی سلسلۂ عروج و زوال تقریباً ہر ۲ ہزار سالوں میں دہراتا ہوا دکھائی دیتا ہے اور ترقّی کے آخری پائدان پر موجود اقوام اچانک تباہی سے دوچار ہوتی ہوئی نظر آجاتی ہیں۔ عصرِ حاضر میں بھی ترقی یافتہ ترین مگر باغی ''قومِ یہود'' بھی شیطانی آلۂ کار بن کر اپنے تیسرے ''فساد فی الارض'' کی انتہاء (وَاِن عُدتُّم عُدنَا) اور سورۂ بنی اسرائیل کی مندرجہ بالا آیات کی روشنی میں اپنی ''آخری تباہی'' کی طرف تیزی سے لپک رہی ہے۔

☆ ''اور اگر اللہ ایک گروہ کو دوسرے کے ذریعے سے دفع نہ کراتا رہے تو زمین فساد سے بھر جاتی مگر اللہ تمام جہانوں پر بڑا فضل فرمانے والا ہے۔'' (۲:۲۵۱)

☆ ''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ مسلمان یہودیوں سے لڑیں گے اور انہیں ہلاک کریں گے۔ حتیٰ کہ یہودی پتھر یا درخت کے پیچھے چھپے گا اور وہ پتھر یا درخت پکار اٹھے گا کہ میرے پیچھے یہودی چھپا ہے آؤ اور اسے قتل کردو، سوائے غرقد کے جو یہودیوں کا درخت

ہے۔'' (صحیح مسلم)

۲:۲۵۳: کریم اللہ نے طالوتی کلام کے فوری بعد حضرت عیسیٰ ابنِ مریم علیہ السلام کا تذکرہ فرما کر امّتِ مرحومہ کے لیے ''بیان کردہ نقطوں کو جوڑ کر مشکل تصویر اور معنی خیز منظر نامہ مکمل کرنا'' ممکن بنا دیا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح ''امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم'' کے داؤد کی صورت، وقت کے جالوت یعنی ''مسیح دجّال'' کو قتل فرمائیں گے اور کل عالم میں ''اسلامی نشاۃ ثانیہ'' کی بنیاد رکھیں گے، پھر کوئی چھوٹا بڑا، کچا پکا گھر ایسا نہیں بچے گا کہ جہاں اسلام کی سنہری کرنیں نہیں پہنچیں گی اور زمین امن وسلامتی سے بھر جائے گی۔

حاصلِ کلام: سیّدنا مہدی کی تشریف آوری کا ''عام مقصد'' دورِ کرب واضطراب کے سہمے، بھٹکے اور قائدانہ بحران میں جکڑے مسلمانوں میں ''جذبہ جہاد کی بحالی'' ہے۔ البتہ ان کا ''عظیم ترین مشنِ آمد'' کئی محیرّ العقول طاقتوں سے لیس ''نقلی مسیحوں ولاتعداد کذّابوں'' اور ان کے قائد ''مسیحِ دجّال'' کے تباہ کن چنگل میں پھڑ پھڑاتی مخلوقِ عالم کو حضرت مسیح ابنِ مریم علیہما السلام کی ''مثبت وغیر مبہم پہچان'' کروانا اور مسلمانوں کی حقیقی کمان ''خالص ربّانی نمائندے'' کو تفویض کرنا ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب) جاری ہے۔۔۔۔

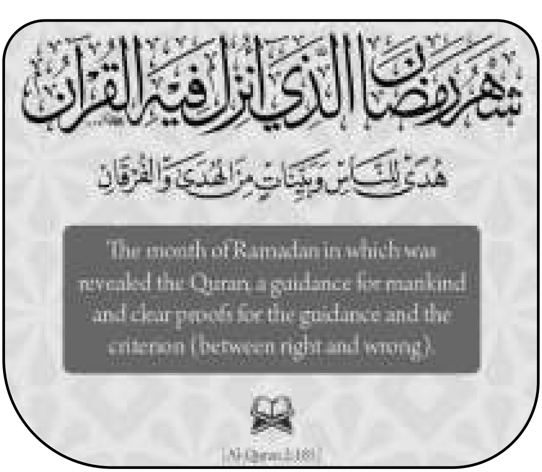

مَثَلُ كَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ

کلمہ طیبہ کی مثال شجرۂ طیبہ کی ہے (سورۂ ابراہیم:24)

عامرہ احسان

قرآن، کتابِ حکمت و ہدایت، انسان کی تربیت کے لیے خالقِ کائنات کا آخری مکمل جامع پیغام ہے۔ نبی ﷺ خاتم النّبیین، پوری انسانیت کے معلم ومزّکی بنا کر بھیجے گئے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:''اور (اے نبی ﷺ) ہم نے آپ کو تمام ہی انسانوں کے لیے بشیر ونذیر بنا کر بھیجا ہے، مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔'' (سبا:28)

اللہ نے قرآن میں دلائل واَمثال کے ذریعے تفہیم وتعلیم فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ (الحشر:21) ''اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غور وفکر کریں۔''

کلمہ طیبہ ــــ پوری کائنات پر ربّ تعالیٰ کی حکمرانی کا اعلان اور قیمتی ترین کلمہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میری تم کو وصیت ہے لا اِلٰہ اِلا اللّٰہ (نہیں ہے کوئی معبود، بندگی/غلامی کے لائق سوائے اللہ کے) اس لیے کہ اگر ساتوں کے ساتوں آسمان اور ساتوں کی ساتوں زمینیں ایک پلڑے میں ڈال دی جائیں اور لا اِلٰہ اِلا اللّٰہ دوسرے پلڑے میں پڑے تو لا اِلٰہ اِلا اللّٰہ کا پلڑا ان سب کے بالمقابل بھاری پڑے گا۔ اور اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمین (مل کر) ایک بند کڑا ہوں تو لا اِلٰہ اِلا اللّٰہ ان کو پھاڑ کر گزر جائے گا۔ (بخاری۔ مسند احمد)

کلمہ طیبہ کائنات کی سب سے بڑی حقیقت، سب سے بڑا چیلنج اور اتنا بھاری اعلان ہے ربِ کائنات کی کبریائی کا، جس کی مزاحمت ممکن نہیں۔ دنیا کی ہر وہ قوت جسے اپنی بڑائی اور طاقت پر ناز تھا اِس لازوال کلمے کے سامنے کھڑی ہوئی تو حقیر کر کے پھینک دی گئی۔ نمرود کے لیے منحنی سا مچھر کافی ہوا۔ فرعون کے لشکروں نے پانی کے ننھے قطروں سے شکست کھائی، غرقاب ہوئے۔ اونچے ستونوں والے عادِ ارم (دیوہیکل جثّہ والی قوم) جن کے مانند کوئی قوم دنیا کے ملکوں میں پیدا نہیں کی گئی تھی اور چٹانیں تراشتی قومِ ثمود۔ انجامِ کار کیا ہوا؟ ''سنو! عاد اپنے رب سے کفر کیا۔ سنو! دور پھینک دیے گئے عاد، ہود کی قوم کے لوگ''۔ (ھود:60) ''سنو! ثمود نے اپنے رب سے کفر کیا۔ سنو! دور پھینک دیے گئے ثمود''۔ (ھود۔68) کلمے کے مقابل ہر دور میں کھڑے ہونے، مزاحمت کرنے والا چکنا چور ہوا۔ حالیہ تاریخ میں اسی کلمے نے قومِ روس کو پٹخا۔ مفلس و بےنوا افغان قوم کلمے کو لے کر کمیونزم کے عالمگیر لشکر (دنیا میں اس وقت امریکہ بھی اس سے لرزاں تھا) کے مقابل کھڑی ہوئی۔ USSR کی زبردست حکمرانی ٹکڑے ٹکڑے ہوئی۔ لینن کا (اشتراکیت کا) بت ٹوٹ گرا۔ دیوارِ برلن ٹوٹی۔ وسط ایشیائی ریاستیں آزاد ہوئیں۔ روبل کی قیمت اتنی گری کہ پہلے جتنی رقم میں گھر خریدا جاتا، اتنے میں ڈبل روٹی آنے لگی! پھر اسی کلمے کے مقابل دنیا کی واحد سپر طاقت فوجوں کی پوری بارات لے کر اسی کمزور ترین افغانستان میں جا گھسی۔ بیس سال ساری ماڈرن ترین عسکری طاقت مہلک ترین ہتھیار آزما ڈالے۔ ہاتھ کیا آیا؟ صرف تابوت، پاگل ہوتے، میدانِ جنگ سے پیمپر پہن کر بھاگتے فوجی، معذورین اور نفسیاتی مریض سمیٹ کر امریکہ مذاکرات کی میز پر آ بیٹھا۔ باطل نظام ہائے زندگی اور کلماتِ کفر، کلمہ طیبہ کے مقابل آن کھڑے ہوئے تھے۔ اللہ کی سنت ایک مرتبہ پھر دہرائی گئی اور منہ کی کھائی اقوامِ روس و امریکہ و نیٹو نے۔

حاملین کلمہ طیبہ کے لیے رب تعالیٰ نے سورۂ ابراہیم میں مثال دے کر بات سمجھائی ہے۔ ''کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ نے کلمہ طیبہ کو کس چیز سے مثال دی ہے؟ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک اچھی ذات کا درخت جس کی جڑ زمین میں گہری جمی ہوئی ہے اور شاخیں آسمان تک پہنچی ہوئی ہیں، ہر آن وہ رب کے حکم سے پھل دے رہا ہے۔ یہ مثالیں اللہ اس لیے دیتا ہے کہ لوگ ان

سے سبق لیں''۔(ابراہیم:25-24)

کلمہ طیبہ کا فہم پانے کے لیے اس مثال پر غور کیجیے...... کَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ ...... پاک اعلیٰ صفت درخت! ہماری کہانی حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوئی۔ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کا ورثہ سمیٹتی، علم حقیقی کے خزانے لیے (جن کا عنوان کلمہ طیبہ ہے) محمد ﷺ پر مکمل ہوگئی اور ہم آخری نبی کے اُمتی ٹھہرے۔ ہماری اس کہانی کی ابتدا بھی شجر سے ہوئی، شجر ممنوعہ! اس کہانی میں اور بھی اشجار آئے۔حتیٰ کہ بندۂ مومن کو بھی نبی اکرم ﷺ نے سدا بہار درخت سے تشبیہ دی۔

تخلیق کے بعد آدم علیہ السلام کو بغرضِ امتحان جنت میں رکھا گیا اور حکم ہوا ...... وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ (البقرۃ:35)''اور اس درخت کے قریب بھی نہ جانا ورنہ ظالموں میں سے شمار ہوگے''۔شیطان کی دشمنی اور آدم میں (بنی آدم میں بھی) رکھی فطری بھول سامنے آ گئی۔ دو راستے چھٹ کر الگ ہوگئے۔ سچی توبہ پر آدم علیہ السلام نبوت سے سرفراز ہوئے۔شیطان رد، مردود ہوا۔ باطل کا چمپئن بن کھڑا ہوا۔کلمہ طیبہ والے حق کے علمبردار پاکیزہ شجر کے مترادف ہوئے۔ابلیسی ٹولہ، اس کے پراگندہ کلمات وافکار شجرِ خبیثہ کی مثال ٹھہرے۔اللہ تعالیٰ نے پوری انسانیت کے سینے میں کلمہ طیبہ کا بیج بونے کا اہتمام روزِ ازل وعدۂ اَلست کی صورت کر دیا تھا۔روئے زمین پر تا قیامت پیدا ہونے والے ہر انسان نے حضورِ ربّ تعالیٰ کلمہ طیبہ پڑھ لیا۔اللہ کے ربِّ واحد ہونے کا اقرار اندر ہر بُنِ مو میں، لاشعور میں، جینیاتی کوڈ (DNA) میں اُتر گیا۔ شیطان کے خلاف قوتِ مدافعت عطا کر دی۔ اس بیج کی آبیاری پیدائش کے بعد دنیا میں ہونی تھی۔قوتِ نمو پا کر پھلنا پھولنا تھا۔تمام انسان اسی فطرت پر پیدا کیے گئے کہ ان کا خالق، معبود ایک اللہ کے سوا کوئی نہیں۔ بخاری ومسلم میں آپ ﷺ کا یہ فرمان ہے:''ہر بچہ جو کسی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے اصل انسانی فطرت پر پیدا ہوتا ہے یہ ماں باپ ہیں جو اسے بعد میں عیسائی، یہودی یا مجوسی وغیرہ بنا ڈالتے ہیں''۔

آج کا المیہ تو یہ ہے کہ صرف کافر ماں باپ ہی نہیں، مسلمان ماں باپ بھی اس فطرت کو مسخ کرنے میں اپنا پورا حصہ ڈال رہے ہیں۔ ماحول معاشرہ مل جل کر منفی اثرات ڈال رہے ہیں۔اقبال نے جو کہا تھا: تعلیم کے تیزاب میں ڈال اس کی خودی کو (انگریز کی زبان سے یہ نسخہ

بیان کروایا ہے، مسلمان نوجوان کی ایمانیات سلب کرنے کو) خودی کا جوہر لا اِلٰہ اِلا اللہ ہے جیسا کہ اقبال نے کہا: ع خودی کا سرِنہاں، لا اِلٰہ اِلا اللہ۔ خودی انسان کے اندر پھونکی گئی وہ روح ہے جس کی غذا اور قوت لا اِلٰہ اِلا اللہ ہے، اس کے تحفظ اور پرورش ہی کا سارا امتحان ہے۔

بات ہو رہی تھی اشجار کی۔ ان کہانیوں میں ایک شجر، حضرت موسیٰ علیہ السلام، کلیم اللہ سے منسوب ہے۔ مدین سے مصر واپس جاتے ہوئے سرد اندھیری رات میں کوہِ طور کی طرف آگ دیکھی، تاپنے کو آگ لینے، راستہ پوچھنے جو گئے تو جہنم کی آگ سے بچانے والے، جنت کی راہ دکھانے والے نبی بنا کر لوٹائے گئے! ''وہاں پہنچے تو اس بابرکت زمین کے دائیں کنارے کے ایک درخت سے پکارا گیا: اے موسیٰ! میں ہی اللہ ہوں، سارے جہانوں کا پالنے والا''۔ (القصص: 30) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا سرسبز ہرے بھرے درخت میں سے آگ کے شعلے نکلتے نظر آرہے ہیں لیکن آگ کسی چیز میں جلتی ہوئی دکھائی نہیں دیتی۔ اسی وقت اللہ کی طرف سے آواز آئی ...... (ابن کثیر) اسی جگہ لاٹھی کے سانپ بن جانے کا معجزہ پیش آیا اور آپؑ نشانیاں دے کر فرعون جیسے جابر بادشاہ کے دربار میں کلمہ طیبہ کی دعوت دینے بھیجے گئے۔ اسی پر اقبال نے دائماً یہ پکار دہرائے جانے کی بات کی۔

مثل کلیم ہو اگر معرکہ آزما کوئی
اب بھی درختِ طور سے آتی ہے بانگِ لاتخف

وہ درخت ہی سے بنی لاٹھی تھی جس کے معجزات سلطنتِ فرعون کو اُلٹنے کو کافی ہوئے۔ کلمہ طیبہ کی دلیل ٹھہری۔ دربار میں اور جادوگروں کے مقابلے میں پھینکی تو اژدھا بن کر فریب نظر باطل کو نگل گئی، سمندر پر ماری تو اللہ کے حکم سے ایک سوکھی خشک شاہراہ لمحوں میں بن گئی، سمندر کا پانی صورتِ دیوار ہاتھ باندھے دونوں طرف کھڑا ہو گیا اور بنی اسرائیل کی پوری قوم پار اُتر گئی۔ سمندر کے اس پار اسی لاٹھی کا سڑک پر مارنا تھا کہ فرعون کا پورا لشکر جو اس پر چل رہا تھا، یکا یک پانی کی دیوار ان پر جھپٹ پڑی اور پورا لشکر غرقاب ہو گیا۔ آگے چل کر پتھر پر لاٹھی ماری تو باذن اللہ ایک دو نہیں، بارہ چشمے پھوٹ نکلے، بنی اسرائیل کے ہر قبیلے کی ضرورت الگ الگ پوری کرنے کو۔ یہ شجرِ طیبہ ہی کی معجز اثر لاٹھی تھی۔

اشجار کی کہانی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش بھی کھجور کے مبارک درخت تلے ہوئی (کھجور کے درخت کی مثال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بندۂ مومن کے لیے دی ہے) گھٹی بھی مقدس ماں کے ہاتھوں شاید اسی کھجور سے دی ہوگی ۔ واللہ اعلم ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم بارہ سال کی عمر میں جب اپنے چچا ابوطالب کے ہمراہ تجارتی سفر پر شام گئے تو شجر و حجر کے سجدہ ریز ہونے بارے بحیرا راہب نے بتایا۔ وہاں سب لوگ ایک درخت کے سائے میں بیٹھے تھے، جب آپ آئے تو درخت کے سائے تلے جگہ نہ تھی۔ آپ جب بیٹھے تو درخت کا سایہ آپ کی جانب جھک گیا۔ اس پر راہب نے سب کو متوجہ کیا کہ دیکھو درخت کا سایہ ان کی جانب ہو گیا ہے۔

اشجار کی کہانیوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچاننے والا کھجور کا سوکھا تنا بھی تھا۔ مسجدِ نبوی میں منبر بنا دیے جانے پر جب آپ نے تنے سے ٹیک لگا کر خطبہ نہیں دیا اور منبر پر چلے گئے تو یہ تنا جدائی برداشت نہ کر سکا، بلک بلک پر رویا۔ آپ نے اسے تھپکا۔ سوکھا تنا بھی آپ کا فراق سہ نہ سکا۔

بندۂ مومن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے درخت سے تشبیہ دی۔ گیا گزرا مسلمان جو ایمان میں سوکھے تنے کا مصداق ہی کیوں نہ ہو، اس کے ایمان کا آخری سہارا اور علامت حبّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ یہ محبت اس کے وجود میں دھڑکتی ہے۔ دل جس سے زندہ ہے وہ تمنا تمہی تو ہو۔

اس سوکھے تنے کی مثال شاعر اختر شیرانی کی ہے۔ وہ شراب کے نشے میں تھا، ایسے میں کسی نوجوان نے اس کے سامنے ذکرِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم چھیڑ دیا۔ لرز اٹھا، غصے سے گلاس اس کے سر پر دے مارا کہ میں اس ناپاک کیفیت میں ہوں اور تم نے یہ پاک نام لے دیا، تو مجھ سے میرا آخری سہارا بھی چھیننا چاہتا ہے۔ روتا ہوا اُٹھ کر چلا گیا اور اس غم میں تا دیر بلکتا رہا۔ کھجور کا سوکھا تنا۔

پھر نہایت مبارک ہے وہ شجر جس کا ذکر اللہ نے سورۃ الفتح میں کیا ہے۔ لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (آیت 18) ’’اللہ تعالیٰ اہل ایمان سے راضی ہوا جب کہ وہ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے‘‘۔

یہ بیعت سرفروشی کی انتہا اور کلمہ طیبہ کے عہد کا بھاری امتحان تھا۔ بیعتِ رضوان، جان کی بازی لگا دینے والی بیعت علی الموت تھی۔ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جانے بھی اسی نام سے گئے اصحابِ

شجرہ۔ درخت کے نیچے بیٹھے والے اور نہ بیٹھنے والے چھٹ کر الگ ہو گئے۔ کفر و اسلام کی کشمکش سے بے نیاز ہو کر، غیر جانبدار بن بیٹھنے، منہ موڑنے، لاتعلق ہو جانے والوں کو (اس موقع پر) اللہ نے ایمان سے خالی قرار دیا۔ وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُورًا (آیت 12) (تم سخت بد باطن لوگ ہو)۔ (اگرچہ وہ پی ایس ایل نہیں کھیل رہے تھے، ناچ گانا بجا نہیں رہے تھے) رہتی دنیا تک کے لیے معیارات طے ہو گئے۔ اہل ایمان کو چھوڑ کر کفر کا ساتھ دینا تو نفاق اور موجب غضب تھا، صرف بے نیازی برتنے پر یہ ناراضی تھی کہ ہلاکت میں پڑ جانے والے بد باطن قرار دیے گئے (اردو میں بھی 'بورا' بھوسی چوکر اور نقص والا ہوتا ہے)۔

ہماری کہانی میں سبحان اللہ کہنے پر جنت میں ہر بھرا درخت اُگ جاتا ہے۔

عظیم ترین اشجار میں سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی جبریل امین سے واقعہ معراج میں ان کی اصلی صورت میں سدرۃ المنتہیٰ پر ملاقات ہوئی تھی۔ وہ بیری کا درخت جو آخری یا انتہائی سرے پر واقع ہے، عالم مادی کی آخری سرحد۔ وہ مقام جس کی تجلیات انسانی تصور سے ماوراء ہیں، جس سے آگے جبریلؑ قدم نہیں رکھ سکتے تھے اور نبی کریم ﷺ کو اذنِ باریابی عطا ہوا۔

جلتے ہیں جبریل کے پر جس مقام پر اس کی حقیقتوں کے شناسا تمہی تو ہو

سدرۃ المنتہیٰ کی شاخیں مروارید، یاقوت اور زبرجد کی ہیں، اس پر سونے کی تتلیاں لدی ہوئی ہیں۔ (یہ سبز، نیلے اور سنہری قیمتی جواہر ہیں) یہاں غیر معمولی رنگوں کی بہار جو بیان سے باہر ہے۔ جنھیں اللہ کے سوا کوئی جان نہیں سکتا۔ (مسلم)

طیب اشجار کی کہانی سورۃ لقمان پر جا کر مکمل ہوتی ہے جب ساری روئے زمین کے درخت کٹ کٹ کر حضورِ رب تعالیٰ قلم ہو جاتے ہیں۔ اللہ فرماتا ہے: ''زمین میں جتنے درخت ہیں سب کے سب قلم بن جائیں اور سمندر (دوات بن جائیں) جسے مزید سات سمندر روشنائی بہم پہنچائیں تب بھی اللہ کی باتیں (کلمات اللہ) لکھنے سے ختم نہ ہوں گی''۔ (لقمان: 27)

ضمناً عرض ہے کہ آیت 27 میں بیان کردہ رب تعالیٰ کی بے مثل لامتناہی شانِ کبریائی جس کے آگے عقل عاجز اور زبان گنگ ہو، کلمہ طیبہ اسی کا احاطہ کرتا ہے، کلمات اللہ التامۃ سے جو دُعائیں شروع ہوتی ہیں ان کی تاثیر بھی اس آیت سے سمجھی جا سکتی ہے کہ وہ کتنی قوی اور قبولیت

سے قریب تر ہوں گی۔ یہ آیت ہمیں اللہ کی شکرگزاری کا بھی ایک پیمانہ عطا کرتی ہے کہ جسے ہم ادا کرنے سے قاصر ہیں (خصوصاً نعمت ایمان، نعمت کلمہ طیبہ پر) کہ سارے درخت قلم اور سمندر روشنائی بن کر کلماتِ تحمید وشکر رقم کریں اور پھر ہمیں مغفرت بھی اتنی ہی درکار ہے کہ ہم اپنے رب کی عطا و بخشش کا حق ادا کرنے سے قاصر ہی رہے۔ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔

یہ ہے شجرۃ الخلد سے شروع ہو کر اپنے سر قلم کروا دینے والے روئے زمین بھر اشجار کی کہانی۔

نٓ وَ الۡقَلَمِ وَمَا یَسۡطُرُوۡنَ ○ ن۔ قسم ہے قلم کی اور اس چیز کی جسے لکھنے والے لکھ رہے ہیں۔ (القلم:01) گویا یہ کلمہ طیبہ کے مبارک شجر ہی کا متبرک قلم ہے جس کی قسم کھائی گئی، جس سے کاتبین وحی نے قرآن لکھا، قلم کی حرمت اور لکھنے جانے والے الفاظ کی اہمیت سورۃ القلم کی اس آیت اور سورۃ العلق، اوّلین وحی کی آیت 5-3 سے سمجھی جاسکتی ہے، ''پڑھو، اور تمہارا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا، انسان کو وہ علم دیا جسے وہ نہ جانتا تھا''۔

سو مسلمان 'العلم' کا امین ہے۔ قلم اور علم مقدس ہیں۔ اسی پاکیزہ علم سے روحِ انسانی جلا اور غذا پاتی ہے۔ جو علم، العلق کے نزول سے صورتِ قرآن ہمیں ملا، وہ آنکھ اور حواسِ خمسہ کی حد سے پرے کا وہ ناگزیر علم ہے جسے انسان نہیں جانتا، جس کے بغیر انسان اسفل سافلین (سب نیچوں سے نیچ) ہونے کے گڑھے میں جا پڑتا ہے۔ جس قلم میں سورۂ لقمان والے سمندر کی روشنائی نہیں پڑتی وہ سامانِ گمراہی لاتا ہے، علم نہیں، جہل کا مظہر ہے۔ ادب کی دنیا کی ساری شتر بے مہاری، حیاسوزی، فتنہ پردازی اسی سے پھوٹتی ہے۔ اس ادبِ کثیف کی جگہ صلاحیتوں کو جلا بخشنے، پاکیزہ جذبات کی پرورش، تھکے اعصاب کی سکینت دینے والا ادبِ لطیف بھی ہے۔ شجرِ طیبہ سے قلم لے کر، سورۂ لقمان کی عطا کردہ روشنائی میں ڈبو کر لکھا جائے تو حیات بخش اور کردار ساز ہے۔ (جاری ہے)

اَللّٰھُمَّ بَارِکۡ لَنَا فِیۡ شَعۡبَانَ وَبَلِّغۡنَا رَمَضَانَ

اے اللہ! ماہِ شعبان کو بھی ہمارے لیے خیر و برکت والا بنا اور ماہِ رمضان المبارک بھی ہمیں نصیب فرما۔ آمین

اسلامی جمہوریہ۔۔۔میرا پاکستان۔۔؟

ابوفیصل محمد منظور انور

اُٹھ کہ خورشید کا سامانِ سفر تازہ کریں
نفس سوختۂ شام و سحر تازہ کریں

برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں نے تقریباً ایک سو سال تک اپنی جانی و مالی قربانیاں پیش کر کے یہ خطہ ارضی اس لیے حاصل کیا تھا کہ یہاں ہم اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ دین اسلام کے مطابق یعنی قرآنی تعلیمات سے حاصل کردہ ہدایات کی روشنی میں اپنی زندگیاں گزاریں گے۔ اُس وقت کے اکابر رہنماؤں نے یہ نعرے لگائے تھے کہ ہمارا طرز زندگی، معاشرت، معیشت، سیاست، رہن سہن، بود و باش سب کچھ عین اسلامی تعلیمات اور ان روایات کے مطابق ہوگا جس کا نمونہ ہمارے پیارے رسول محمد ﷺ نے اپنی زندگی میں پیش کیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس پر عمل پیرا رہے۔ اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و کرم کی بدولت اس مملکت خداداد اسلامی جمہوریہ پاکستان کا معجزہ 27 ویں رمضان المبارک لیلۃ القدر، 14 اگست 1947ء کو رونما ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں کے مسلمانوں کی خواہش کے مطابق ان کو ایک الگ سرزمین عطا فرمائی تا کہ ایک اللہ کو ہی معبودِ برحق ماننے والے مسلمان اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیے گئے اپنے وعدے کے مطابق یہاں کلمہ طیبہ کا نظام جاری کر سکیں۔ مگر بدقسمتی سے سات عشرے گزرنے کے باوجود تاحال اس میں نفاذِ دین اسلام کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا۔

تاریخی صفحات گواہ ہیں کہ قائداعظم محمد علی جناح مرحوم نے بڑے اعتماد کے ساتھ وعدہ کرتے ہوئے یہ باتیں دہرائی تھیں کہ اس ملک میں قرآن مجید کی تعلیمات پر مبنی ہی نظام قائم کیا جائے گا۔ مصور پاکستان علامہ محمد اقبال مرحوم کی تقریریں اور تحریریں بھی گواہ ہیں کہ وہ مسلمانوں کے لئے ایک ایسا ملک چاہتے تھے جس میں قرآن مجید کے نظام کی بجائے کسی بھی دوسرے نظام حکومت کی سرے سے گنجائش ہی نہیں ہے۔ مگران عظیم رہنماؤں کی رحلت کے بعد ملکی اقتدار پر کچھ لبرل وسیکولر عناصر نے قابض ہوکر ایسا نظام نافذ کر کے ملک چلانا شروع کر دیا جس سے مغربی اور بھارتی ثقافت کو فروغ حاصل ہوا اور ہماری معاشرتی، اسلامی و اخلاقی قدریں شدید متأثر ہوئیں مغربی افکار اور طرز زندگی اپنانے کا رجحان بڑھا اور نظام اسلام کے نفاذ کا خواب ادھورا رہ گیا جو ہنوز تشنہء تکمیل ہے اور سات عشرے گزارنے کے باوجود اس میں نفاذ دین اسلام کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہوسکا۔ بدقسمتی سے ہماری سیاسی و مذہبی جماعتیں بھی سیکولر مغربی جمہوریت کے فریب کا شکار ہوکر رہ گئیں اور انھوں نے بھی اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قرآن مجید فرقانِ حمید کی تعلیمات کے مطابق آئین سازی کرنے کی بجائے اس لادینیت کے حامل مغربی جمہوری نظام سے امیدیں وابستہ کرلیں۔ 1973ء کا متفقہ آئین جس میں کچھ اسلامی دفعات کے نفاذ کا وعدہ کیا گیا تھا مگر ابھی تک اس کو درخور اعتنا ہی نہ سمجھا گیا ہے اور سودی نظام جیسی لعنت ابھی تک ملکی معیشت کا حصہ ہے جس کے باعث ہماری معیشت اور معاشرت تباہ ہوچکی ہے۔ حالانکہ اس نوزائیدہ مملکت نے اپنے ابتدائی دور میں ایک یورپی ملک جرمنی کو قرضہ دیا تھا۔ مگر ملک کو ترقی یافتہ بنانے کے وعدے پر حکمرانوں نے مغربی ممالک کے سودی اداروں سے امداد لینا شروع کی تو ان کے اپنے مقاصد سامنے آئے اور سودی نظام نے ہمیں بری طرح قرضوں میں جکڑ لیا۔ ہوس اقتدار کے رسیا حکمرانوں نے آنکھیں بند کر کے ان کی شرائط کو قبول کیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اسلام دشمن بڑی طاقتوں نے پاکستانی معیشت کو تباہ وبرباد کرنے کی سازشوں کے ساتھ ساتھ نفاذ اسلام کی راہ میں روڑے اٹکائے اور اپنے مقاصد کے حصول کے لئے (معین قریشی اور شوکت عزیز جیسے) اپنے ایجنٹ حکمران مسلط کرنا شروع کر دیے جن کے پاس پاکستانی شناختی کارڈ تک نہ تھے۔ یہ لوگ وطن عزیز کی بجائے مغربی آقاؤں کے مفادات کے نگہبان بنے رہے اور ملک کو اربوں کھربوں کے قرض

کے بوجھ تلے دبا کر چلتے بنے۔ ملک عملاً ایک مقبوضہ اسٹیٹ بن کر رہ گیا یہاں تک کہا گیا کہ پاکستان میں حکومت کرنے کے لئے امریکی حکومت کی آشیرباد اولین شرط ہے۔ ایک آزاد ملک نام کی آزادی تک رہا مگر عملاً ایک امریکی مقبوضہ کالونی بن کر رہ گیا۔ جس کے سارے فیصلے بدیشی حکمران کرنے لگے اقتدار کے بھوکے کئی شاطر سیاسی رہنماؤں نے اسلامی سوشلزم کے نعرے لگوا کر اور اسلامی جمہوری نظام کے نفاذ کے وعدے کر کے عوام کو بے وقوف بنایا اور سالوں اقتدار کے مزے لوٹے۔ ان عناصر کی ہوس اقتدار نے ملک دولخت کر دیا اور پھر آمریت کے طویل سائے منڈلائے رہے۔ شخصی فوجی آمریت میں بھی بظاہر اسلامی نظام کے نفاذ کی باتیں کی گئیں مگر سیکولر مزاج اور لبرل ذہنیت کے حامل عناصر نے ہی حکومت کی۔ متعدد بار آئین توڑا گیا مگر کسی بھی آئین شکن کو سزا نہ ملی۔ اس دوران ایک عالمی سازش کے تحت پڑوسی ملک میں قائم اسلامی حکومت کو نام نہاد دہشت گردی کی جنگ میں دھکیل کر نیست و نابود کیا گیا۔ جس کے اثرات وطن عزیز پر بھی پڑے اور یہاں بھی خانہ جنگی کی کیفیت پیدا ہوگئی۔ آمریت کے دور میں نفاذ اسلام کے لئے متحرک دینی و مذہبی جماعتوں کی کوششوں کو شدید دھچکا لگا۔ یہاں تک کہ دین اسلام کے نفاذ کا مطالبہ کرنے والوں کو نشانِ عبرت بنانے کا عمل شروع ہوا جس میں اسلامی سوچ رکھنے والے علماء کرام کو بدنام کر کے قابل نفرت بنا کر پیش کیا گیا۔ کئی نامور علماء کرام کا قتل ہوا، اکثریت کو جیلوں میں بند کیا گیا جس وجہ سے نفاذ اسلام کے لئے متحرک مذہبی جماعتوں کی کوششوں کو نقصان پہنچا۔ بدقسمتی سے دیگر سیاسی جماعتیں اپنے ذاتی مفادات کی اسیر بن کر فقط اقتدار کی کرسی کی ہی طلبگار ہو کر رہ گئیں جنھوں نے اپنے اپنے منشور کو پس پشت ڈالتے ہوئے اپنے سیاسی مخالفین سے ملکر مخلوط حکومتیں بنا کر اقتدار کے مزے لوٹے اور قومی خزانے کی لوٹ کھسوٹ میں ایک دوسرے سے بازی لیتے رہے۔ نااہل اور مفاد پرست قیادت کے باعث قومی سلامتی کے ادارے مخدوش داخلی صورت حال کے باعث کمزور سے کمزور تر ہوتے گئے جس سے دشمن ممالک کے حوصلے بلند ہو گئے اور انھوں نے وطن عزیز کو نقصان پہچانے کی سازشیں شروع کر رکھی ہیں۔ مقبوضہ کشمیر کی صورت حال اسی سازش کی ایک کڑی ہے جس میں لاکھوں کشمیری محصور ہو کر رہ گئے ہیں اور سنگین ترین صورت حال سے دو چار غلامی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔ دوسری طرف بدمعاش سیاست

دانوں کی کرپشن کے باعث ملک سنگین ترین مالی بحران کا شکار ہوکر رہ گیا اور دیوالیہ ہونے کے قریب آ پہنچا۔ نتیجے میں ملک پر اربوں کھربوں کے قرضوں کا بوجھ ہے کرپشن کے خلاف احتسابی عمل ناکارہ اور غیر موثر ہونے کے باعث ملکی خزانے کو شیر مادر سمجھ کر لوٹنے والے ابھی تک اپنے انجام کو نہیں پہنچے۔ بلکہ اب بھی سازشیں کرکے ملکی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کی ناکام کوششوں میں مصروف ہیں۔ ملکی معیشت کو تباہ کرنے والے یہ لٹیرے عدلیہ کی معاونت سے جیلوں میں بند ہونے کی بجائے بیرونِ ممالک بنائی گئی جائیدادوں میں بیٹھے ملک وقوم کے خلاف زہر اُگل رہے ہیں اور کچھ عناصر لوٹی ہوئی دولت کے بل بوتے پر ملکی اقتدار میں حصہ دار بن کر قومی خزانے کو علانیہ چونا لگا رہے ہیں۔ حالیہ سینٹ الیکشن میں ممبران کی مبینہ خرید وفروخت کے قصے اسی لوٹے ہوئے مال کا شاخسانہ ہے۔ صالح قیادت نہ ہونے کے باعث ملک کا مستقبل مخدوش نظر آتا ہے۔

جس مغربی جمہوری نظام سے امیدیں وابستہ کر رکھی ہیں یہ اتنا بدبودار ہے کہ اس نے ہر ادارے کو خراب کر کے رکھ دیا ہے۔ انتظامیہ، عدلیہ، فوج، سول بیوروکریسی، میڈیا سب ادارے اپنی حدود میں کام کرنے کی بجائے اپنے ذاتی مفادات کے لیے یا ملک وملت کے دشمن عناصر کے ہاتھوں ان کے مخصوص ایجنڈے پر گامزن ہیں جس سے ملک ترقی معکوس کی شاہراہ پر ہے جو حصول پاکستان کے نصب العین نفاذ اسلام کے وعدے سے صریحاً متصادم نظر آتے ہیں۔

قربِ قیامت کی بیان کردہ نشانیوں کے مطابق موجودہ دور دجالی فتنوں کا دور ہے اور وطن عزیز میں بھی دجالی سازشوں کا جال بچھا دیا گیا ہے۔ مغربی این جی اوز کی فنڈنگ اور سرپرستی میں مذہب بیزار اور مغربی ثقافت کی دلدادہ چند خواتین تنظیموں کے زیر سایہ عالمی یومِ خواتین کے موقع پر 8 مارچ کو ملک کے چھوٹے بڑے شہروں میں بظاہر مسلمان خواتین نے جس طرح سڑکوں پر نکل کر آزادی مارچ کے نام سے عریانی وفحاشی کے میلے سجائے وہ ہمارے اسلامی معاشرے کے اخلاقی دیوالیہ پن کا عکاس ہیں۔ پلے کارڈز پر بیہودہ تحریریں اور نعرے اور کھلے عام رقص مغربی ثقافت کا آئینہ دار تو ہوسکتا ہے مگر اس کی مسلم معاشرے میں قطعاً گنجائش نہیں ہے۔ خدا بیزار، وحی دشمن مغربی طاقتیں ابلیسی ایجنڈے کو آگے بڑھاتے ہوئے انٹرنیٹ، موبائل فون اور ٹی وی چینلز کے ذریعے ہمارے اسلامی نظریات کو ختم کر کے ہماری نسلوں کے اخلاقیات کو تباہ کر رہے ہیں۔

سوشل میڈیا کے ذریعے فحاشی اور بے حیائی کا ایسا سیلاب اُمڈ آیا ہے جو تھمنے کا نام نہیں لے رہا اس کی شدت میں روز افزوں اضافہ میں ہو رہا ہے۔ گیمنگ انڈسٹری دجال کا بڑا موثر ہتھیار ہے۔ ایک اطلاع کے مطابق مغربی ممالک کی گیمنگ انڈسٹری ہر سال تقریباً 9 ہزار گیمز بناتی ہیں۔ ایک سروے کے مطابق ہمارے طلباء وطالبات ہفتے میں اوسطاً 13 گھنٹے یہ گیمز کھیلتے ہیں۔ سب سے زیادہ فروخت ہونے والی گیمز auto5 ہے جس میں 80 فی صد عریانیت، بے حیائی، جرائم، ڈرگ کے واقعات اور گرل فرینڈ کے مرکزی کردار شامل ہوتے ہیں۔ ابلیس کے چیلے نسل نو کو اسلام سے متنفر کرنے کے ساتھ ساتھ شعائر اسلامی بارے غلط توجیحات کا پروپیگنڈہ کر کے ہمارے نظریات واخلاقیات کو تباہ کر رہے ہیں اور ساتھ ہی، قرآن، خانہ کعبہ اور مسجد نبوی کے دروازوں کی تصاویر لگا کر دین اسلام کی دانستہ طور پر توہین کرتے نظر آتے ہیں۔ یہ سب کچھ لاعلمی میں نہیں بلکہ ایک سوچے سمجھے منصوبے اور سازش کے تحت دین اسلام دشمنی میں ابلیس کے ایجنڈے پر ہی کام کر رہے ہیں۔ ایسی ہی ایک گیم میں مسجد نبوی اور خانہ کعبہ کے دروازے دکھائے گئے ہیں جن کو کھولنے کے ساتھ ہی دجال کی ایک آنکھ والی تصویر نظر آتی ہے جس کے پیچھے ابلیس کھڑا ہے، اس دروازے کو دکھانے کا مقصد یہ ہے کہ یہ دروازے کھلنے کے پیچھے اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ دین اسلام کی تعلیمات پر مبنی طرز معاشرت نہیں بلکہ شیاطین کا ایجنڈہ ہے اس طرح وہ غیر محسوس انداز میں دین اسلام کا چہرہ مسخ کرنے کی سازش کرتے نظر آتے ہیں اور وہ سیکڑوں ایسی دیگر ویڈیو گیمز بھی بنا کر مارکیٹ میں پھیلا چکے ہیں۔ دجالی فتنے کا جادو سر چڑھ کر بول رہا ہے۔ ہم سب کو اس سے بچنا بھی ہے اور بچانا بھی۔ شیطان نے اپنا کام کیا ہے کہ دجال کے آنے کا ماحول بنا دیا ہے اور اب ہم نے اپنی ذمہ داریاں پوری کر کے اس سے محفوظ رہنا ہے۔ مگر ہم من حیث القوم اپنی لگن میں مست ہو کر ریت میں منہ چھپائے خاموش بنے بیٹھے ہیں۔ ایک ایسا ملک اسلامی جمہوریہ پاکستان جو تائید ایزدی کے ساتھ دین اسلام کے عملی نفاذ کے لیے نظریاتی طور پر وجود میں آیا تھا وہاں نفاذِ اسلام کا وعدہ پورا نہ ہو سکا اس کے ذمہ دار حکمرانوں کے ساتھ ساتھ یہاں کے خواص وعام بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا ہوا اپنا عہد بھول کر اپنی آخرت کے انجام سے بے خبر اپنی دنیا بنانے میں لگے ہیں۔ پچھلے تین چار سالوں سے بے حیائی پھیلانے کے ابلیسی ایجنڈے کو فروغ حاصل

ہو رہا ہے جو ریاست مدینہ بنانے کے دعویدار حکمرانوں کے منہ پر طمانچہ ہے جس سے حکومت دانستہ چشم پوشی کر کے اس فعل بد کو روکنے کی بجائے اسے مزید بڑھانے میں معاون ثابت ہوئی ہے۔ حکمران اور عوام وخواص سب اللہ تعالیٰ کے حضور معافی مانگیں اور عریانی وفحاشی کے مظاہروں کو روکنے کے لئے عملی اقدامات کریں۔ دین اسلام کے نفاذ کے لیے اگر ہم نے اپنی ذمہ داریاں نہ نبھائیں اور اپنے کرتوت نہ بدلے تو کچھ بعید نہیں کہ اللہ رب العزت اپنے دین کے نفاذ کا کام کسی اور قوم سے لے لے جو اس کے پسندیدہ طرز زندگی کو اپنائے گی اور ہم ہاتھ ملتے رہ جائیں۔ اس سے پہلے کہ ایسا وقت آئے، اُٹھیے اور اپنے حصے کا کام کرنے میں پہل کریں۔ الحمد للہ ہمارے معاشرے میں ایسے لوگ موجود ہیں جو احیائے دین اور اقامت دین کے لئے کام کر رہے ہیں ان کے ساتھ مل کر اپنے حصے کا کام کریں تا کہ روز محشر اللہ رب العزت کے حضور سرخرو ہو سکیں۔

وقت فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اِتمام ابھی باقی ہے

مدیر کے نام

من جانب: جناب حسین صحرائی، ٹنڈو محمد خان، سندھ

امید ہے کہ مزاجِ گرامی بخیر ہوں گے۔ مارچ 21ء کا شمارہ نظر نواز ہوا، ممنون ہوں۔

خصوصی شمارہ ''وسائل رزق پر قبضہ............'' پر کام ہو رہا ہے، ان شاء اللہ جلد ہی تکمیل پذیر ہوگا۔

مارچ کے شمارہ میں محمد اکرم چغتائی صاحب کی انگریزی کتاب کا تعارف کرایا گیا ہے۔

سال 2011ء میں چغتائی صاحب کی مترجم ومرتب ''محمد اسد بندۂ صحرائی'' شائع ہوئی تھی۔ آپ کے توسط سے چغتائی صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ اتنے قیمتی علمی مواد کا اُردو میں ترجمہ ضرور کیجیے۔ اُردو دان طبقے کو اس علمی شخصیت کے افکار سے کیوں محروم رکھا جائے؟۔

کمتر کو حکمت بالغہ کے خصوصی شماروں کا اشاریہ مرتّب کرنے کی اجازت دی جائے۔

تشنگانِ علم کے لیے ان مقالہ جات میں قیمتی مواد موجود ہے۔ اس تک اہل علم، محققین کی رسائی آسان ہونی چاہیے۔ اجازت دے کر ممنون کیجیے۔

رسید تحائف

قرآن اکیڈمی جھنگ میں ہمارے بہی خواہوں اور محسنوں کی شفقت سے بہت سی کتابوں کے تحائف موصول ہوئے ہیں۔ ان سطور میں ہم ان تحائف کی رسید کے ساتھ اپنے محسنوں کے بے حد مشکور ہو کر سراپا زیر بار احسان ہیں۔ ان کتب کو افادۂ عام کے لیے اکیڈمی کی لائبریری میں جمع کر لیا گیا ہے۔

1 نام کتاب: **اسلام کا سفیر**

مولف: **محمد متین خالد**

ناشر: علم و عرفان پبلشرز۔ الحمد مارکیٹ 40۔ اردو بازار لاہور

بانئ پاکستان حضرت قائداعظم محمد علی جناح کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر اہل قلم نے بے شمار مضامین لکھے ہیں۔ زیر نظر کتاب میں جناب محمد متین خالد صاحب نے قائد کے اسلامی سیرت و کردار کے عکاس، ایمان افروز حقائق اور دینی غیرت و حمیت کے آئینہ دار واقعات پر مستند مضامین کو جمع کر دیا ہے، جس سے قائد کی زندگی کے وہ اسلامی گوشے جو اکثر لوگوں کی نظر سے پوشیدہ تھے، دوبارہ منظر عام پر آ گئے ہیں۔ ان مضامین سے جہاں یہ واضح ہو گیا ہے کہ قائد کا تصورِ پاکستان کیا تھا، وہیں ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے کام کرنے والے حضرات کی ہمت افزائی بھی ہو گئی ہے اور جو عناصر قائد کو سیکولر ثابت کر کے مملکت خداداد میں بے دینی کا فروغ چاہتے ہیں اُن کے باطل خیالات کا اِبطال بھی ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مولف کو جزائے خیر عطا

فرمائے۔ ہمارے ملک کی اشرافیہ بالخصوص ممبران قومی اسمبلی و سینٹ کے مطالعہ کی چیز ہے۔ (صفحات:888۔ قیمت:2000روپے)۔

2 نام کتاب: **آئینۂ اسلام** مولف: پروفیسرعبدالقیوم

ناشر: بزمِ اقبال،2۔کلب روڈ، لاہور

یہ کتاب دین اسلام کی بنیادی تعلیمات اوران کے جامع تعارف پر مشتمل ہے۔مولف نے یہ کتاب بورڈ آف سیکنڈری ایجوکیشن کے منظور کردہ جدید نصاب کے مطابق ایف اے اسلامیات کے طلبہ کے لیے تالیف کی تھی تاہم اپنی معلومات اورافادیت کے لحاظ سے دینی ذوق اور مذہبی رجحان رکھنے والے حضرات کے لیے بھی مفید ہے۔اسی لیے جناب ریاض احمد چودھری صاحب (سیکرٹری بزمِ اقبال) نے عام قارئین کے لیے بھی اس کی اشاعت کا اہتمام کیا ہے۔ (صفحات:120۔ قیمت:300روپے)

3 نام کتاب: **رائے کوٹ اور میری کہانی** (تاریخ منج راجپوت)

مصنف: رائے محمد راشد علی خاں (1911ء-1981ء)

ناشر: رائے محمد مرتضٰی اقبال خاں (ممبر قومی اسمبلی پاکستان) چیچہ وطنی، ضلع ساہیوال

کتاب کے مصنف قیامِ پاکستان سے قبل انڈیا کے شہر رائے کوٹ (ضلع لدھیانہ) میں مسلم لیگ کے جنرل سیکرٹری اورصوبائی کونسلر رہے اورانھوں نے تحریک پاکستان کے لیے دن رات محنت کی اور خداداد صلاحیتوں اور ذاتی و خاندانی اثر ورسوخ سے اس تحریک کو کامیاب بنانے میں بھرپور کردار ادا کیا اور قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کی ہیں۔ قیام پاکستان کے وقت عمدہ حکمت عملی سے بحفاظت قافلہ کو پاکستان لائے۔ وہ کمالیہ میں چیئرمین بلدیہ کے عہدہ پر بھی فائز رہے۔ وہ سماجی کارکن اور مدبر سیاستدان ہونے کے ساتھ ساتھ علم و ادب سے بھی گہرا شغف رکھتے تھے۔ انھوں نے اپنی ڈائریوں میں بہت سی نایاب حکایات اور سبق آموز تحریریں جمع کی تھیں جنہیں ترتیب وتہذیب سے اس کتاب میں یکجا کر دیا گیا ہے۔کتاب کے مرتب پروفیسر منیر ابن رزمی صاحب لکھتے ہیں: ''اس کتاب میں تجزیہ بھی ہے، تجربہ بھی ہے اور مشاہدہ بھی۔ یہ آپ بیتی بھی ہے اور جگ بیتی بھی۔......'' (صفحات:400، مجلد، کاغذ عمدہ، سائز6x10، قیمت درج نہیں)

4 نام کتاب: **قلم قتلے** موضوع: مطبوعہ وغیر مطبوعہ منتخب تحریریں

مولف: ڈاکٹر صاحبزادہ انوار احمد بگوی 0300-4754769

ناشر: الافتخار بگویہ فاؤنڈیشن۔ دروازہ چک والا بھیرہ ضلع سرگودھا

کتاب کے مؤلف، بھیرہ کے مشہور علمی و دینی خاندان 'بگویہ' کے روشن ستارہ ہیں اور وہ کئی کتابوں کے مؤلف اور ماہنامہ سوئے حرم لاہور کے اعزازی مدیر اور ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ کی مجلس ادارت کے رُکن بھی ہیں۔ یہ کتاب ان کی تحریروں کا دوسرا مجموعہ ہے، اس میں کئی مضامین مختلف عنوانات کے تحت جمع کیے گئے ہیں۔ موصوف کا اندازِ بیان دل نشین اور تحریر میں تسلسل ہے جس کی وجہ سے مطالعے میں دلچسپی برقرار رہتی ہے۔ (صفحات: 472، قیمت درج نہیں)۔

5 نام کتاب: **تُو کُجا مَن کُجا** مولف: محمد الیاس کھوکھر (ایڈووکیٹ)

ناشر: قلم فاؤنڈیشن انٹرنیشنل۔ یثرب کالونی، والٹن روڈ لاہور کینٹ

قارئین حکمت بالغہ کے لیے مصنف کا نام نیا نہیں ہے۔ اس کتاب میں انھوں نے جو قیمتی باتیں تحریر کی ہیں اس کا اندازہ اِس کے ابتدائی صفحات میں درج کردہ ان کی چند عبارتوں سے ہی کیا جا سکتا ہے۔ وہ عورت کے مقام بارے بات کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''اس کتاب میں اس سوال کا جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ آخر ماں میں وہ کیا بات ہے جس نے اُسے اس حد تک قدر و منزلت عطا کر دی ہے اور باپ میں وہ کیا وصف ہے کہ وہ اس ماں کے بھی سر کا تاج ہے''۔ ...... ''ہر رشتے کا اسلامی تہذیب کے اندر ایک کردار ہے، مگر بیوی اور ماں کے رشتے کو زبردست اہمیت حاصل ہے۔ یہ عورت کا دوہرا کردار ہے، جس پر انسانیت کا سارا تمدن کھڑا ہے''۔ مصنف نے اس کتاب میں چند مایہ ناز خواتین اسلام کے حوالے سے اِسی تصور کو اجاگر کرنا چاہا ہے۔ (صفحات 440، قیمت: 1500 روپے)

6 **قولِ مبین** [ریڈیائی نشری تقاریر] بسلسلہ ''قرآنِ حکیم اور ہماری زندگی''

مولف: ڈاکٹر اعجاز فاروق اکرم 0333-6506585

ناشر: مثال پبلشرز، پریس مارکیٹ، امین پور بازار فیصل آباد

مولفِ کتاب تدریس و تحقیق و تصنیف کی مصروفیات کے ساتھ 30 سال ریڈیو

پاکستان سے وابستہ بھی رہے ہیں اور انھوں نے اس دوران میں 'حی علی الفلاح' کے سلسلہ ''قرآن حکیم اور ہماری زندگی'' کے 70 سیریز میں 490 قرآنی لیکچرز دیے ہیں۔ اب ان لیکچر کی کتابی صورت میں اشاعت ''دوچار روز رہتی ہے تقریر کی آواز___ صدیوں سنائی دیتی ہے تحریر کی آواز'' کے مصداق، صدیوں تک اور زیادہ افراد کے لیے افادہ واستفادہ کا ذریعے بنے گی، ان شاء اللہ۔

زیرِنظر کتاب ان کے اس سلسلۂ اشاعت کی پانچویں کتاب ہے۔ اس سے پہلے بالترتیب 'قولِ حسن'، 'قولِ سدید' 'قولِ حکیم' اور 'قولِ مجید' طبع ہوچکی ہیں اور 'قولِ عظیم'، 'قولِ فصل' اور قولِ کریم' ابھی زیرِ ترتیب ہیں۔ (صفحات: 400، قیمت: 700 روپے)

7 نام کتاب: **سیکولرازم**

مصنف: ڈاکٹر سفر بن عبدالرحمٰن الحوالی مترجم: **محمد زکریا رفیق**

ناشر: بیت الحکمت، فرسٹ فلور، الحمد مارکیٹ، اردو بازار لاہور

یہ کتاب، عرب کے دینی رہنما ڈاکٹر سفر الحوالی کے ایم اے کے عربی مقالے ''**اَلْعِلْمَانِیَّة**'' یعنی 'سیکولرازم' کا اُردو ترجمہ ہے۔ یہ مقالہ سعودی عرب کی مدینہ یونیورسٹی میں معروف عالمی مفکر و دینی رہنما محمد قطبؒ کے زیرِنگرانی تحریر کیا گیا اور اسے بے پناہ مقبولیت بھی حاصل ہوئی۔ یہ کتاب سیکولرازم کی حقیقت، اس کا آغاز، اس کا ارتقا اور اسلامی زندگی پر اس کے اثرات نیز مغربی فکر و تہذیب کو شروع سے ایک تاریخی تسلسل کے تحت سمجھنے کے لیے بہت اہم ہے۔ اس کتاب میں مغربی فکر و فلسفہ پر شرعی تنقید نے عالم عرب کی حکمران اشرافیہ کو چھوڑ کر دینی اور پڑھے لکھے معاشرے پر سب سے زیادہ اثر ڈالا ہے۔ مترجم نے اس کتاب کے اُردو ایڈیشن کو جدید دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کے لیے اصلاحات کی تفہیم اور دیگر علمی و فنی سہولت کی ذمہ داری نبھائی ہے۔ مترجم لکھتے ہیں: ''موجودہ دور میں شریعت کی روشنی میں مغربی تہذیب کا فہم حاصل کیے بغیر ہم شریعت کے تقاضوں کو بجالانے کے قابل نہیں ہوسکتے۔ تعلیم، تربیت، دعوت، اِحیائے دین، شرعی سیاست اور جہاد کے تمام تر معاصر مناہج کا دارومدار اِس بات پر ہے کہ ہم اپنے دور کی غالب تہذیب کا فہم کس قدر جامع و مانع طریقے سے حاصل کرتے ہیں''۔ پاکستان کے مسلمانوں میں عام طور پر اور عالم عرب سے متاثر طبقہ میں خاص طور پر اس کتاب کو عام کرنے کی ضرورت ہے۔ (صفحات: 552، قیمت درج نہیں)

اَلحَمدُ لِلّٰہِ

مسلمانوں کے حقیقی جذبات کی ترجمان

اشاعت دوم

......قوموں کی تاریخ میں ایک صدی کا عرصہ زیادہ عرصہ نہیں ہے پھر بھی گزشتہ ایک صدی میں عالمی سطح پر مسلمانوں نے بالعموم (اور جنوبی ایشیا کے مسلمانوں نے بالخصوص) بے حد اہم کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ ......

Just

3.15 billion*

seconds of Muslim AWAKENING in South Asia, CAUSED

3 Western,

Global, Zionist, Super powers, to FADE AWAY in history.

یہ کتاب جذبوں کو جلا بخشنے والی کتاب ہے۔......مسلم یوتھ کی اُمنگوں کو اُبھارنے والی تحریروں پر مشتمل تاریخ کا منفرد تجزیہ ہے۔......کیا ہی اچھا ہو کہ اس کتاب کو کالج اور یونیورسٹی کی سطح پر شامل نصاب کیا جائے، تاکہ پاکستانی نوجوان آزادی کی قدر و قیمت سے آشنا ہو سکیں۔

انگریزی ترجمہ زیرِ طبع ہے

صفحات:168	کارڈ بائنڈنگ
قیمت:240 روپے (ترسیل بذریعہ کوریئر)	

* سو سال کے 3.15 بلین سیکنڈ بنتے ہیں

کوئی ایک خطہ بھی ایسا نہیں ہے جہاں مسلمان ظلم و زیادتی، ذِلت، کسمپرسی، غلامی اور لوٹ مار کا شکار نہ ہوں۔ اُمت مسلمہ خلافت کی عدمِ موجودگی اور شریعت کی حکمرانی کھودینے کی وجہ سے عزت و وقار سے محروم ہوگئی۔ اپنے دشمنوں سے بچاؤ اور حفاظت سے محروم ہوگئی۔ ان سوسالوں میں عالم اسلام نے جمہوریت، آمریت، بادشاہت غرض کہ انسان کے بنائے ہوئے ہر نظام کو آزمایا اور ناکام پایا۔ سقوطِ خلافت وہ سانحہ ہے جس کا اثر دنیا کے ہر مسلمان پر ہوا۔ اسلام مسلمانوں کو ایک ریاست خلافت میں یکجا کرنے کو لازمی قرار دیتا ہے جس کے نتیجے میں ان کے تحفظ و دفاع اور فوجی صلاحیت میں زبردست اضافہ ہوتا ہے۔ اگر مسلمانوں کا خلیفہ موجود ہوتا جو اسلام کے ذریعے حکمرانی کرتا، افواج کو متحرک کرتا، مظلوموں کی فریاد سنتا اور زمین میں عدل کو عام کرتا تو مغرب کبھی بھی دنیا پر اپنا تسلط نہیں جما پاتا، نہ فساد پھیلا سکتا اور نہ ہی دنیا بھر میں تباہی مچا سکتا۔ خلافت کے خاتمے کے بعد اُمت اپنے اختیار سے محروم ہوگئی۔ مغرب نے اپنے ایجنٹ، کرپٹ اور بے حس حکمرانوں کی شکل میں اُمت کی گردن پر مسلط کر دیے۔ اُمت مسلمہ خلیفہ کی موجودگی میں اتنی مضبوط تھی کہ جب خلیفہ عبدالحمید دوم کو یہودیوں نے پیشکش کی تو اس نے جواب دیا: ''میں اس بات کو پسند کروں گا کہ کوئی میرے جسم میں خنجر گھونپ دے بجائے یہ کہ فلسطین کو اسلامی ریاست سے کاٹ دیا جائے۔'' آج فلسطین کا حال ہمارے سامنے ہے۔ یہودیوں کی سازش سے ہتھیائے گئے اسرائیل کو مسلم دنیا تسلیم بھی کر رہی ہے اور اس سے بین الاقوامی تعلقات بھی استوار کر رہی ہے۔

رسول ﷺ کی حدیث ہے: اِنَّمَا الْاِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِهٖ وَ يُتَّقٰى بِهٖ (بے شک خلیفہ ایک ڈھال ہے، جس کے پیچھے سے لڑا جاتا ہے اور اس کے ذریعہ سے تحفظ حاصل ہوتا ہے)۔ خلافت کے انہدام کے بعد یہ ڈھال ٹوٹ گئی اور مسلمانوں کے اتحاد کا شیرازہ بکھر گیا۔ مسلمان اپنی پہچان ہی کھو بیٹھے جو صرف خلافت ہی کی وجہ سے تھی۔

بقول علامہ اقبال ؂

چاک کردی ترکِ ناداں نے خلافت کی قبا
سادگی مسلم کی دیکھ، اوروں کی عیاری بھی دیکھ

بشکریہ روزنامہ اسلام 16-03-2021

Vol 15
CPL No: FD 30/07
HIKMAT-E-BAALGHA
APRIL 2021
No 04

100

آہ......! سقوطِ خلافت کے سو سال

(1342ھ تا 1442ھ)

اُمِ یحییٰ ۔ کراچی

بولیں امّاں محمد علی کی جان بیٹا خلافت پہ دے دو
ساتھ تیرے ہے شوکت علی بھی جان بیٹا خلافت پہ دے دو
ہو تمہیں میرے گھر کا اُجالا تھا اسی واسطے تم کو پالا
کام کوئی نہیں اس سے اعلیٰ جان بیٹا خلافت پہ دے دو
صبر سے جیل خانے میں رہنا جو مصیبت پڑے اس کو سہنا
مانو اپنی ماں کا یہ کہنا جان بیٹا خلافت پہ دے دو
بوڑھی اماں کا کچھ غم نہ کرنا کلمہ پڑھ کر خلافت پر مرنا
پورا اس امتحاں میں اترنا جان بیٹا خلافت پہ دے دو
میرے بچوں کو مجھ سے چھڑایا دل حکومت نے میرا دکھایا
اس بڑھاپے میں مجھ کو ستایا جان بیٹا خلافت پہ دے دو
اب میری حق سے فریاد ہوگی غیب سے میری اِمداد ہوگی
میری محنت نہ برباد ہوگی جان بیٹا خلافت پہ دے دو
ہوتے میرے اگر سات بیٹے کرتی سب کو خلافت کے صدقے
ہے یہی دین احمد کے رستے جان بیٹا خلافت پہ دے دو

28 رجب 1342ھ بمطابق 3 مارچ 1924ء یومِ سقوطِ خلافت ہے۔

یہ قیامتِ صغریٰ کا دن ہے جس دن ہم سے ہماری حفاظت چھین لی گئی۔ خلافت کو ختم ہوئے ایک صدی بیت گئی۔ رجب 1342ھ سے لے کر آج تک کرۂ ارض پر (باقی اندرونی صفحہ پر)